توبہ وتقویٰ

اسباب وسائل اور ثمرات

تالیف

ابو شرحبیل شفیق الرحمن الدراوی



AL-FURQAN TRUST

مراجعه وتصحیح

مولانا عبدالہادی عبدالخالق مدنی مولانا قاری محمد شعیب مدنی

MRS. Saima Hassan

AL-FURQAN TRUST

توبہ وتقویٰ

اسباب، وسائل اور ثمرات

تالیف

ابو شرحبیل شفیق الرحمٰن الدراوی



AL-FURQAN TRUST

مراجعہ وتصحیح

مولانا عبدالہادی عبدالخالق مدنی   مولانا قاری محمد شعیب مدنی

الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

نام کتاب

توبہ وتقویٰ

اسباب، وسائل اور ثمرات

تالیف ابو شرحبیل شفیق الرحمٰن الدراوی

مراجعہ وتصحیح

مولانا عبدالہادی عبدالخالق مدنی مولانا قاری محمد شعیب مدنی

سعودی عرب

دارالعلوم النديه للنشر والتوزيع

س ت: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦

فرع: مركز الجامع التجارى شارع باخشب جده

معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاكس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المكتب الرئيسى الرياض، حي الفيصلة

هاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مكتبه دار الفرقان، الرياض

هاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مكتبه بيت السلام، الرياض

هاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠٠

پاکستان

الفرقان ٹرسٹ: خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، گل والا فون: 066-2611270

مکتبہ الکتاب: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7320318

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-7321865

مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-7244973

دار الکتب السلفیہ: اقرا سینٹر، غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔ فون: 0423-7361505

ھیثم بک کارنر: غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔ فون: 0300-8010580

فضلی بک سپر مارکیٹ: نزد ریڈیو پاکستان کراچی فون: 021-2212991

AL-FURQAN TRUST

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

انسان کا لفظی معنی ''خطا کار'' ہے۔ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی خطاؤں کا سلسلہ بھی شروع ہوا، جو کہ انسان کے لیے گھاٹے اور خسارے کا موجب ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے متعدد آیاتِ قرآنی میں کیا ہے۔ اس سلسلے کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے اس پر ایک خاص انعام کیا، جس کے ذریعے سے وہ اس گھاٹے اور خسارے کو ''قرب الٰہی'' میں بدل سکتا ہے، اور وہ ہے '' توبة النصوح ''یعنی پکی توبہ۔

گناہ کرنا ایک قبیح فعل ہے مگر گناہ پر اصرار و تکرار اور اس کے درست ہونے کی بحث کرنا گناہ کو کئی گنا بڑھاوا دیتا ہے اور انسان کے عظیم گھاٹے اور خسارے کا سبب بن جاتا ہے۔ شیطان گناہ کو مزین کر کے اس کے سامنے پیش کرتا ہے، چونکہ انسان گناہوں کا پتلا ہے اور ازل سے ہی خطا کار ہے تو وہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر گناہ کر بیٹھتا ہے، ایسی صورتِ حال میں اگر توبہ کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ○﴾

(آل عمران: ١٣٥، ١٣٦)

''وہ لوگ جو کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں تو (فوراً) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون

گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ اور اپنے کیئے پر اصرار نہیں کرتے (بار بار وہ گناہ نہیں کرتے) جب کہ وہ جانتے ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور نیکی کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند ہیں جو گناہ کر کے اس پر اڑتے نہیں بلکہ توبہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں۔

دراصل توبہ ہی تقویٰ کے استحکام و بلندی کا اہم ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسی مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگتی اور وہ انہیں بخشتا۔'' (مسلم:۲۷۴۸)

یہ کتاب ایسے لوگوں کو جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ''ہمارے گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ اب توبہ کی گنجائش نہیں، اور وہ اسی بدگمانی میں گناہ پر گناہ کیے جارہے ہیں کہ اب ذلت ہمارا مقدر بن چکی ہے۔'' توبہ کرنے اور متقیوں کو تقویٰ پر استقامت کے لیے سیدھی راہ دکھائے گی۔ (ان شاء اللہ)

اس کتاب میں مصنف نے گناہ، اس کے اسباب ، اثرات اور نقصانات بیان کرنے کے بعد توبہ کے فوائد ،ثمرات اور تقویٰ کی اہمیت جیسے عنوانات کو جا بجا قرآنی آیات اور صحیح احادیث نبویہؐ سے مزین کیا ہے، جو اس کتاب کی انفرادیت اور خاصیت کی وجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابوسار یہ عبدالجلیل بھائی (مدیر اعلیٰ الفرقان ٹرسٹ) کو بھی جزائے خیر سے نوازے جو ہر کتاب کو قرآن وحدیث کا خاصہ دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔

عبدالرؤف

مدیر مکتبۃ الکتاب ، لاھور

۱۰ مارچ ۲۰۱۰ء

سخن ہائے گفتنی

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. أَمَّا بَعْدُ:

قارئین کرام!

یہ مختصر سا رسالہ دو اہم موضوعات کو شامل ہے اور وہ ہیں: توبہ اور تقویٰ۔

جب سے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا ہے ان سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، اور ہوتی رہیں گی۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بہت بڑی رحمت، اس کی مہربانی، کرم نوازی اور احسان ہے کہ اس نے گناہ اور غلطی کرنے والے کو فوراً اس کی سزا نہیں دی، بلکہ اس کے لیے اپنی رحمت اور مغفرت کے دروازے کھول دیے اور خود اپنی کتابوں میں اور اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی بھی سمجھایا کہ ایسے ایسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، وہ نہ صرف تمہارے گناہ معاف کردے گا، بلکہ ان کو نیکیوں میں بدل دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَّحِيماً﴾ (الفرقان: ٧٠)

"مگر جو شخص توبہ کرے، اور ایمان لائے، اور نیک اعمال کرے، پس ایسے لوگوں کے برے اعمال کو اللہ تعالیٰ نیک اعمال سے بدل دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے ہی معاف کرنے والے مہربان ہیں۔"

حدیث میں ہے:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ .))

[ابن ماجة حسن/٤٢٢٥]

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔''

صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے پر بے حساب اور غائبانہ رزق ومدد اور ایسی ایسی رحمتوں اور انعامات کا وعدہ کیا ہے جن کا انسان توبہ کے بغیر تصور بھی نہیں کرسکتا، اور نہ ہی وہ توبہ کے بغیر مل سکتی ہیں، اس بارے میں ایک جامع حدیث جو وارد ہوئی وہ انسان کے لیے ایک بہت بڑی خوش خبری اور امیدی کا چراغ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجاً ، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ .))[ابو داؤد وابن ماجة]

''جس نے استغفار کو اپنا معمول بنالیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ، اور ہر غم سے چھٹکارے کا سامان کردیتے ہیں، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔''

پھر انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت اور انعامات کی طرف مبذول کراتے ہوئے اسے یہ احساس دلایا ہے کہ انسان کے گناہ جتنے بھی بڑھ جائیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کے سامنے ہیچ ہیں، اور ان کے معاف ہونے میں بس صرف سچی توبہ کی دیر ہے۔ ادھر جبین نیاز اس کے در پہ اپنے کیے کی معافی طلب کرنے کے لیے جھکے، ادھر اس کی مغفرت ومحبت کے سمندر میں جوش آجاتا ہے، اور وہ سب گناہ معاف کردیتا ہے، خواہ توبہ کرنے والا کتنا ہی بڑا گناہ گار کیوں نہ ہو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَمْلَأَ خَطَايَاكُمْ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰهَ تَعَالٰى لَغَفَرَ لَكُمْ .))[رواه أحمد]

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم اتنے گناہ کرو کہ زمین وآسمان ان سے بھر دو اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے گا۔''

اور ایسا کیوں نہ ہو جب ہم اپنے کسی کے بارے میں یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے موجود رہے، اور کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی بہانے سے اس کا تذکرہ ہوتا رہے، تو اللہ تعالیٰ جو اپنی مخلوق سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والا اور ان کی خیر خواہی چاہنے والا ہے، وہ بھی چاہتا ہے کہ جن سے وہ محبت کرتا ہے وہ بھی اس کی یاد میں مگن رہیں، اور جو کام اسے پسند اور محبوب ہے وہ کرتے رہیں، اور اس کی رحمتیں اور انعامات سمیٹتے رہیں، اور اللہ کو توبہ کرنے والے بھی بے حد پسند ہیں، اور توبہ کرنے کا عمل بھی، فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (البقرہ: ۲۲۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔''

زیرِ نظر رسالہ میں پہلے میں نے گناہ، اس کی اقسام اور اس کے انسانی نفس اور کائنات میں واقع ہونے والے برے اثرات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد توبہ اور استغفار کے فوائد، اس کی شروط واحکام اور توبہ واستغفار کے درمیان فرق بیان کیے ہیں۔ پھر اس کے بعد تقویٰ، اس کی اہمیت اور احکام ووسائل ذکر کیے ہیں۔ اس کے بعد نیک اعمال کی حفاظت کے بارے میں کچھ بیان کیا ہے۔

اس سارے عمل کی ترتیب یہ ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اسے توبہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اور اس کے حق میں توبہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور توبہ ہوتی ہے خدا کے خوف سے اور اصلاح نفس کے لیے۔ تو یہ ہے تقویٰ۔ پھر اس تقویٰ اور نیکی کی حفاظت کرنا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے اس میں اس بات کی ہر ممکن کوشش کی ہے کہ فقط کتابی حجم

بڑھانے کے بجائے اہم اور کام کی باتیں ذکر کی جائیں۔اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ کوئی ضعیف یا موضوع حدیث اس رسالہ میں جگہ نہ پاسکے۔صرف آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے استدلال کیا جائے۔اگرچہ اس بارے میں بعض قصص کا بیان بہت ہی فائدہ مند ہوسکتا ہے مگر ان سے قصداً اجتناب کیا گیا ہے، کیوں کہ لوگوں کی ہمتیں پست ہوچکی ہیں،اور کتاب کا حجم دیکھ کر ہی حوصلے ہار جاتے ہیں- الا ماشاء اللہ

یہ جو بھی اس کتاب میں کام کیا،صرف اللہ کی رضا کے لیے ہے۔اس سے مقصود نہ دولت وشہرت ہے، اور نہ ہی ناموری۔بس اللہ راضی ہوجائے، اور اس کے کسی بندے کی اصلاح ہوجائے تو یہی سرمایۂ دنیا اور آخرت میں کافی ہے۔

میرے جس بھائی کو میرے رسائل پسند ہوں، اور وہ انہیں فی سبیل اللہ چھپوا کر تقسیم کرنا چاہتا ہو وہ الفرقان ٹرسٹ سے رابطہ کر کے ہر ممکن مدد حاصل کرسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو،اور سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

اس کے ساتھ ہی میری تمام قارئین سے گزارش ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی کوئی غلطی پائیں تو بذریعہ خط، ای میل،فیکس یا فون اس سے مطلع کردیں۔اور جن بھائیوں کے پاس کچھ مشورے یا افکار و آراء ہوں۔ان سے بھی آگاہ کریں؛ ان کے مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور حتی الامکان عمل بھی کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ ہماری کوششیں قبول فرمائیں۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہم سب (مؤلف مراجعین اور معاونین) کے لیے ہدایت اوراستقامت کی دعا کے ساتھ ہمارے مرحوم اساتذہ کی مغفرت کے لیے بھی دعا کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمتوں اور فضل سے مالا مال کردے۔آمین!

آپ کا بھائی

ابوشرحبیل شفیق الرحمٰن الدراوی

نافرمانی کے چند اسباب

انسان اپنے اعمال کا مرہون منت ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے اثرات اس کی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں، خواہ اس کا یہ عمل اچھا ہو یا برا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (فصلت : ٤٦)

''جو نیک کام کرے گا تو اپنے لیے اور جو بُرے کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔''

لیکن ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نیک عمل پر اچھا بدلہ دیتے ہیں، فرمایا:

﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ○ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ﴾ (الجاثیہ : ٤٤ـ٤٥)

''جس شخص نے کفر کیا تو اس کے کفر کا نقصان اُسی کو ہے اور جس نے نیک عمل کیے تو ایسے لوگ اپنے ہی لیے آرام گاہ درست کرتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کو اللہ اپنے فضل سے بدلہ دے گا بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

انسان کی طبیعت میں تو اسلام اور اطاعت و فرمانبرداری ہے، جس سے اسے روحانی تسکین بھی حاصل ہوتی ہے جب کہ نافرمانی کے کام شیطان کی اغوا کاری اور بہکاوا ہے۔ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی ابتدائی تخلیق میں اہل ایمان اور اعمال صالحہ کے پیکر اور اطاعت گزار

تھے۔مگر شیاطین نے انہیں سرکشی میں مبتلا کیا، آپس میں اختلاف کرنے لگے اور راہیں الگ ہوگئیں، فرمایا:

﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۶۔۱۷)

"(پھر) شیطان نے کہا کہ تو نے مجھے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا۔ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض کہ ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔"

اتنا تو علم ہوگیا کہ نافرمانی کی جملہ اقسام شیطانی ہتھکنڈے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شیطان کن راستوں اور حیلوں سے حملہ آور ہوتا ہے۔اس لیے کہ جب بیماری کی تشخیص ہوجائے تو اس کے لیے دوا کا تجویز کرنا آسان ہوجاتا ہے۔اس طرح جب گناہ کے اسباب معلوم ہوجائیں تو ان کا تدارک اور مداوا آسان ہوجاتا ہے۔ذیل میں کچھ ان اسباب کا بیان ہے جن کی وجہ سے انسان سے گناہ سرزد ہوجاتے ہیں:

۱۔ غیر اللہ کے ساتھ دل لگانا ، اور اس کی محبت کو دل میں جگہ دینا؛ یہ آخر کار شرک کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

۲۔ قوت غضب وغصہ کی پیروی: جس کے نتیجہ میں ظلم رونما ہوتا ہے، اور اس کی آخری حد کسی کو قتل کر دینا ہے۔

۳۔ قوتِ شہوت کی پیروی: جس کی وجہ سے فحاشی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اور اس کی آخری حد زنا میں واقع ہونا ہے، العیاذ باللہ!

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں اسباب کو ایک آیت میں جمع کیا ہے، فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَاماً﴾

(الفرقان : ٦٨)

''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہیں پکارتے ، اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں ، جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو، اور نہ ہی وہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنے گناہ کو پالے گا۔''

یہ تینوں گناہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔اور کسی بھی قوم کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کے بغیر ہلاک نہیں کیا؛ سو جب گناہ حد سے بڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب دینے کا وعدہ سچ ثابت ہونے کا وقت آجاتا ہے۔سو اسی لیے کئی اقوام کو چیخ سے، کئی ایک کو تند آندھی سے، بعض کو غرق کر کے، اور بعض پر آسمانوں سے پتھر برسا کر ہلاک کیا۔ان کے علوم، جیسے پتھر تراش کر گھر بنانا، زمین کے نیچے پانی اور اس کے میٹھے یا کڑوا ہونے کا پتہ لگانا، کیمیا گری ان سے چھین لیے گئے ؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (النمل : ٥٢)

''یہ ان کے گھر ہیں خالی پڑے ہوئے، ان کے گناہ کرنے کی وجہ سے ، بے شک اس میں اہل علم کے لیے نشانیاں ہیں۔''

اعاذنا الله من شرور المعاصی؛آمین!

❀❀❀❀

گناہوں کی اقسام

ہمیں اس بارے میں لازمی معلوم ہونا چاہیے کہ انسانی اخلاقیات اور اوصاف مختلف قسم کے ہیں، لیکن گناہ کے کاموں کا خلاصہ چار صفات میں ہے :

☆ [4] **ربوبیت کی صفات**: اس کی وجہ سے تکبر اور فخر پیدا ہوتا ہے، اور انسان اپنی تعریف، مدح اور عزت کو پسند کرتا ہے۔ اور دوسروں پر غالب رہنا چاہتا ہے۔ یہ انتہائی ہلاکت خیز گناہ ہیں جن سے لوگ غافل ہیں اور بعض لوگ تو سرے سے ان باتوں کو گناہ سمجھتے ہی نہیں۔

☆ [3] **شیطانی صفات**: ان کی وجہ سے حسد، بغض، کینہ، مکاری، حیلہ بازی، دھوکہ دہی، فریب، نفاق اور فساد جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

☆ [1] **حیوانی صفات**: ان کی وجہ سے ہر قسم کا شر، اور اپنی شہوت پوری کرنے کی حرص جنم لیتی ہے۔ زنا ، اغلام بازی ، چوری اُور حقوق کا مارنا ان ہی صفاتِ رذیلہ کی بنا پر ہوتا ہے۔

☆ [2] **درندگی کی صفات**: ان کی وجہ سے غصہ، حقد، قتل ، مار دھاڑ اور لوٹ مار جنم لیتے ہیں۔

یہ صفات انسانی فطرت میں بتدریج پروان چڑھتی ہیں۔ سب سے پہلے حیوانی صفات غالب آتی ہیں، پھر اس کے بعد درندہ صفات اور اس کے بعد شیطانی صفات اور اس کے بعد ربوبیت کی صفات۔ یہی تمام گناہوں کی جڑ اور منبع ہیں۔ اور تمام تر گناہ اسی منبع سے تمام انسانی اعضا میں پھوٹتے ہیں۔ ان میں سے بعض گناہ دل میں گھر کر جاتے ہیں ، جیسے کفر، بدعت، نفاق اور پوشیدہ برائیاں۔ بعض گناہ آنکھوں میں ہوتے ہیں، اور بعض گناہ زبان میں،

بعض پیٹ، شرمگاہ، ہاتھوں اور بعض پاؤں میں ہوتے ہیں۔ اور بعض گناہ سارے بدن میں ہوتے ہیں۔ یہ بات انتہائی واضح ہے جس کی تفصیل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر ان میں سے کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق انسانوں سے ہوتا ہے، اور کچھ کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ہاں دیوان (لوگوں کے نامہ اعمال کے دفتر) تین طرح کے ہیں: ایک دیوان وہ ہے جس میں سے اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کی پروانہیں کرتے، اور دوسرا دیوان وہ ہے جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی نہیں بخشے گا۔ اور تیسرا دیوان وہ ہے جس میں کچھ بھی نہیں چھوڑے گا۔'' [مسند احمد حدیث: ۲٤٠]

① وہ دیوان جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کریں گے، وہ شرک کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدہ: ٧٢)

''اور بے شک جوکوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا، اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

② وہ دیوان جس کی اللہ تعالیٰ ذرا بھر بھی پروانہیں کرتے وہ انسان کا اپنے نفس پر ایسا ظلم ہے جس کا تعلق انسان اور اس کے رب کے درمیان ہو۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے معاف کر دے۔

③ اور تیسرا دیوان جس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑے گا وہ لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے، اس کا بدلہ لازمی طور پر چکایا جائے گا۔''

[دیکھئے: مختصر منہاج القاصدین ٢٩٦]

❀❀❀❀

انسان کے نفس پر گناہوں کے اثرات

دل کا اطمینان، گھر میں سکون وراحت، آپس میں پیار ومحبت، صحت وعافیت اور ذہنی سکون وہ نعمتیں ہیں جن کا شمار اور صحیح قدر وقیمت کا اندازہ لگانا ہر ایک کے لیے ناممکن ہے۔ نیک اعمال کرنے سے ان نعمتوں کو بقاء اور دوام ملتا ہے، اور گناہ کرنے پر یہ نعمتیں سلب کرلی جاتی ہیں۔

انسان کا گناہ خواہ اس کی ذات تک محدود ہو، یا دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہوں، ہر حال میں جس طرح نیک اعمال کے نتائج واثرات ظاہر ہوتے ہیں، ایسے ہی بداعمال کے بھی نتائج اور اثرات ہیں، اور ان پر جزا وسزا مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں بعض اثرات اس دنیا کی زندگی میں ہی ظاہر ہوجاتے ہیں، اور بعض کو آخرت تک کے لیے مؤخر کردیا جاتا ہے۔ کبھی تو ہم ان اثرات کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ہمارے فلاں عمل کا نتیجہ ہے، اور کبھی کام کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اسے عادت کے مطابق معمول کا حصہ سمجھ کر ٹال دیتے ہیں، یا اس کا سامنا کرتے ہیں۔ اگر ہمیں سمجھ آجائے تو یہ اللہ کا ایک بہت بڑا فضل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے، وہ ہمیں توبہ کی طرف ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اور اگر اس کی وجوہات کو نہ سمجھ پائیں، اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دلوں کو تالے لگ چکے ہیں۔ بہر حال اسے سمجھنے کے لیے ہی آئندہ سطور تحریر کی جارہی ہیں، اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

بہت سارے لوگ جو دل کی سختی، برکت کے خاتمہ، شیطانی وسوسوں، دنیا میں مشغولیت اور آخرت سے غفلت کی شکایت کرتے ہیں، اصل میں یہ سب گناہ ہی کی وجہ سے تو ہے، اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھول گئے ہیں:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ (ابراهيم: ٤٢)

''اور آپ اللہ تعالیٰ کو اس چیز سے غافل نہ سمجھیں جو کچھ یہ ظالم لوگ کرتے ہیں، بے شک ہم انہیں اس دن تک مہلت دیتے ہیں جب آنکھیں پھٹی ہوئی رہ جائیں گی۔''

گناہ اور برائیاں ایسی مہلک بیماریاں ہیں جن سے معاشرے اور قومیں ہلاک و برباد ہوجاتے ہیں اور منکرات و معاصی یا برائیوں کے راستے بند کرنے اور ان کا خاتمہ کرنے میں کمی وکوتاہی برتنا اللہ کے عذاب وعقاب کے نازل ہونے کا اہم سبب ہے، چنانچہ ام المومنین ام الحکم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات نکل رہے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ مِثْلَ هٰذِهٖ، وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ، قَالَ نَعَمْ، اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ)) [بخاری۳۱۶۸ مسلم ۲۸۸۰]

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، ہلاکت ہے عربوں کے لیے اس شر سے جو قریب آ گیا ہے، آگے فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا سا سوراخ کردیا گیا ہے، اور سوراخ کی مقدار بتانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو باہم ملا کر گول دائرہ بنایا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے جبکہ ہمارے مابین بکثرت نیک و صالح لوگ موجود ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، جب ''خبث'' کی کثرت ہوگی۔''

خبث سے مراد: ''فسق وفجور اور گناہوں کی کثرت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''اللہ تعالیٰ کچھ خاص لوگوں کے گناہوں کی سزا عامۃ الناس کو نہیں دیتا، یہاں

تک کہ وہ اپنے مابین منکرات اور برائیاں دیکھیں اور وہ اس سے منع کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں ؛ مگر اس کے باوجود وہ اس سے نہ روکیں، اور نہ ہی اس کا سد باب کریں ؛اگر ایسا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ پھر خاص وعام سب کو عذاب دیتا ہے۔'' [مسند أحمد ١٧٧٥٦، صحيح]

نیز: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جب کسی قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو اور وہ ان کا سد باب کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں مگر ایسا نہ کریں تو پھر قریب ہے کہ اللہ تمام لوگوں کو عمومی عذاب میں مبتلا کردے گا۔'' [ابو داؤد ٤٣٣٨ / صحیح]

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے بعض علاقوں کے گورنروں کو خط لکھا جس میں حمد وثنا کے بعد لکھا:

''کسی قوم میں اگر برائی عام ہوجائے اور اس کے نیک لوگ دوسروں کو منع نہ کریں تو اللہ انہیں اپنی طرف سے کسی عذاب میں مبتلا کردے گا یا اپنے بندوں میں سے جس کے ہاتھوں چاہے لوگوں کو مبتلائے عذاب کردے گا اور جب تک باطل پرستوں کی سرکوبی اور حرمتوں کے ساتھ کھیلنے والوں کا قلع قمع کرنے والے موجود رہیں گے، لوگ عذابوں اور سزاؤں سے محفوظ رہیں گے۔''

دین میں کمزوری دکھانا ، اور آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع نہ کرنا لعنت کے استحقاق اور ارحم الراحمین کی رحمت سے دوری کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ لوگ اپنے اعمال کے انجام سے غافل ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنے علم اور بصر سے ہر ایک چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ذیل میں چند ایک گناہوں کے اثرات تحریر کیے جارہے ہیں تاکہ انسان انہیں سمجھ کر اپنے نفس کا محاسبہ اور پھر گناہ سے توبہ کرے۔

۱۔ جرم کا ارتکاب:

گناہ کا اثر ایک تو وہ بڑا فرق ہے جو اللہ کے ہاں نیک اور بد کے درمیان ہے، خود

لوگوں کی نظروں میں بھی یہ فرق کسی بیان کا محتاج نہیں۔ ہر مذہب اور معاشرہ کے لوگ نیک و کار کی تعریف اور بدکار کی مذمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾

(الجاثیہ : ۲۱)

''کیا وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں جنہوں نے گناہ کمائے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند کردیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، ان کی زندگی اور موت برابر ہو؟ سو بہت ہی بری بات ہے جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ مجرمین کی صف میں شمار کرتے ہیں، اگر توبہ نہ کی تو روزِ محشر انجام بھی مجرموں کے ساتھ ہوگا، فرمایا:

﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ﴾ (القلم: ۳۵)

''کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کردیں۔''

۲۔ خواہش نفس کا غلبہ

نفس پرستی کے سامنے عاجزی، قوت ارادی اور عزیمت کا خاتمہ اور حوصلوں کی پستی گناہ کے اثرات میں سے ہے۔ یہ اس لیے برا ہے کہ خواہش پرست اور حیوان کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ دونوں ہی اپنی خواہش کے لیے جاتے ہیں۔ گناہ اس وقت تک صادر نہیں ہوتا جب تک غفلت اور شہوت کا غلبہ نہ ہوجائے۔ کیوں کہ شہوت پرستی ہی تمام برائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾

(الکهف : ۲۸)

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کریں جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں ، اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں ؛ خبر دار آپ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کی زینت میں لگ جاؤ۔ اور اس کا کہنا بھی نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے ، اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے ، اور جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔''

۳۔ بندے اور رب کے درمیان پردہ:

مومن کے لیے دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی خوشی آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے ، اسی لیے دنیا میں وہ محنت کرتا ہے ، اور آخرت میں اس کا مشتاق اور طلب گار رہے گا؛ مگر گناہ گار کو یہ دیدار الٰہی نصیب نہیں ہوگا جب تک وہ سچی توبہ نہ کر لے:

﴿ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ (الانشقاق : ۱۵)

''ہرگز نہیں ، بے شک آج کے دن وہ اپنے رب سے پردہ میں رہیں گے۔''

۴۔ دل میں خوف اور بے چینی:

﴿ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ﴾ (آل عمران : ۱۵۰)

''ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا۔''

۵۔ معاشی پریشانیاں:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (طٰهٰ : ۱۲۴)

''اور جو کوئی میری یاد سے روگردانی کرے گا ، پس بے شک اس کے لیے زندگی بہت تنگ کر دی جائے گی۔''

۶۔ دل کی سختی اور اندھیرا:

ایمان اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وہ نور ہیں جن سے مومن اس دنیا میں بھی استفادہ کرتا ہے ، اور آخرت میں بھی پل صراط پار کرنے کے لیے یہ نور کام آئے گا:

﴿ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً ﴾ (المائدہ : ۱۲)

”اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا۔“

۷۔ گناہ کا زنگ:

جس طرح لوہا اگر نمی میں پڑا رہے تو اسے زنگ لگ جاتا ہے، ایسے ہی انسان کے دل پر گناہ کرتے رہنے سے اس کا زنگ لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

(المطففين: ١٤)

”ہرگز نہیں، ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ چکا ہے۔“

اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی یاد اور کثرت سے اس کا ذکر، توبہ واستغفار ہے۔ انھی امور سے یہ زنگ ختم ہوتا ہے دل میں چمک اور نور پیدا ہوتے ہیں۔

۸۔ دلوں کا پردہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا﴾ (الانعام: ٢٥)

”اور ہم نے اُن کے دلوں پر تو پردے ڈال دیے ہیں کہ اُن کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بوجھ پیدا کر دیا ہے (کہ سن نہ سکیں) اور اگر یہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی تو اُن پر ایمان نہ لائیں۔“

یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان گناہ میں منہمک ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے خیر وشر کی معرفت کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ ہدایت کی راہیں بند ہو جاتی ہیں، کبھی انسان اس چیز کو خود بھی محسوس کرتا ہے، اور شعوری یا لاشعوری طور پر اس کا اقرار بھی کرتا ہے؛ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ (البقره: ٨٨)

”اور وہ کہنے لگے ہمارے دلوں پر پردے ہیں۔“

اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر اور کثرت سے قرآن کی تلاوت، اس کے ترجمہ اور معانی کو سمجھنا، اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرنا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا﴾ (الكهف : ٥٧)

''اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اس کے رب کے کلام سے سمجھایا گیا تو اُس نے اس سے منہ پھیر لیا اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اُسے بھول گیا، ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ اُسے سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بوجھ (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو راستے کی طرف بلاؤ تو کبھی راستے پر نہ آئیں گے۔''

۹۔ چہرے کی سیاہی:

چہرہ کی رونق وتابانی، جاذبیت وکشش، درخشندگی وتازگی، نور و جمال اور اس کے نورانی آثار اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے ہیں جن کا الفاظ میں بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔ ایسا ہزار بار مشاہدہ میں آتا ہے کہ کسی انسان کو ایک نظر دیکھنے سے ہی خیر اور بھلائی کی توقع کی جاتی ہے، اور کتنے چہرے نظر پڑتے ہی برائی اور شر کے آثار جھلکتے نظر آتے ہیں۔ جب انسان گناہوں میں مگن ہو جاتا ہے تو یہ تمام نعمتیں ختم کردی جاتی ہیں، چہرہ بے رونق و بے نور ہی نہیں ہوتا بلکہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾

(آل عمران : ١٠٦)

''سو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوئے انہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔''

۱۰۔دنیا میں سخت پکڑ اور آزمائش سے دوچار ہونا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ گنہگار جب توبہ نہیں کرتا تو اللہ اسے اپنی نصرت وحمایت سے بری کردیتے ہیں؛ انسان ہرطرح آزمائشوں اور پریشانیوں کا شکار ہوجاتا ہے، اور شیطان اسے مختلف مصیبتوں میں ڈال دیتا ہے۔فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور: ٦٣)

''جولوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

۱۱۔آخرت میں عذاب:

مومن وکافر اوران کے سواء جتنی بھی آخرت پر ایمان رکھنے والی قومیں اور مذاہب ہیں، خواہ وہ اسے تناسخ اَرواح کا نام دیں یا اگلے جنم، موت کے بعد دوبارہ زندگی سے تعبیر کریں یا کچھ بھی کہہ لیں، ان میں سے ہرایک کا عقیدہ ہے کہ جو بھی اور جیسا بھی عمل اس دنیا میں کرلیا جائے گا آخرت میں اس کے مطابق بدلہ ملے گا۔یہ معاملہ نیکی، بدی اور خیر وشر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰي ﴾

(طه: ٤٨)

''بے شک ہماری طرف یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اُس کے لیے عذاب (تیار) ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التغابن: ١٠)

''اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہلِ دوزخ ہیں ہمیشہ اس

میں رہیں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔''

۱۲۔ گناہ سے نعمتیں ختم اور آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں:

گناہ کرنے سے انسان پر نعمتیں ختم اور آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ (الشوری: ۳۰)

''اور تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے، اور وہ بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے۔''

۱۳۔ قبول حق کی توفیق کا سلب ہونا:

اپنی خواہش نفس کی وجہ سے حق بات کا رد کرنا ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں روزِ قیامت ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔ اور حق اسی وقت رد کیا جاتا ہے جب انسان کا دل خواہشات سے بھر گیا ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ (الانعام: ۱۱۰)

''اور ہم اُن کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے؛ اور ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔''

۱۴۔ نفسیاتی اور جسمانی امراض:

ان کے ساتھ دل کی تنگی اور گمراہی اور بدبختی کا لازم ہونا؛ گناہ کے سب سے خطرناک آثار میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے نتیجہ میں بہت ہی برے اور خطرناک قسم کے روحانی اور بدنی امراض جنم لیتے ہیں۔ اور انسان نفسیاتی دباؤ کا شکار رہنے لگتا ہے جس کی وجہ سے انسان تنگی، سستی اور عاجزی محسوس کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے خیر کے تمام دروازے بند

ہو جاتے ہیں، شر کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور انسان اب اس حالت سے اگر نکلنا بھی چاہے تو اس کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقاً حَرَجاً كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

(الانعام: ۱۲۵)

''اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، عذاب بھیجتا ہے۔''

۱۵۔ نعمتوں کا زوال:

جیسا کہ شکر ادا کرنے سے نعمتیں بڑھتی ہیں اور انہیں دوام نصیب ہوتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری کرنے سے یہ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں، اور ان کا وجود باقی نہیں رہتا؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

(ابراهیم: ۷)

''اگر تم میری شکر گزاری کرو گے، میں تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر میری نعمتوں کا کفر کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

۱۶۔ مخلوق کے دل میں نفرت و بغض اور جہنم کے عذاب کا استحقاق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ، وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ ، أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ ، أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ .)) [متفق عليه]

''جس کے لیے تم بھلائی کی تعریف کرو، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور

جس کی تم برائی بیان کرو، اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔''

۱۷۔ اللہ کا غضب اور ایمان کا نقصان:

﴿فَبَاءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ﴾ (البقرہ: ۹۰)

''وہ غضب پر اللہ کا غضب کما لائے۔''

۱۸۔ گناہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسان کی ذلت کا باعث بنتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ (الحج: ۱۸)

''اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کردیں اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔''

۱۹۔ گناہ سے ذلت انسان کا مقدر بن جاتی ہے:

گناہ سے ذلت انسان کا مقدر بن جاتی ہے، کیوں کہ ہر قسم کی عزت وعظمت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(منافقون: ۸)

''حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔''

۲۰۔ ملائکہ اور مرسلین کی دعاؤں سے محرومی کا اصل سبب گناہ ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ....﴾ (الغافر: ۷)

''فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور جو اس عرش کے اردگرد ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ بیان کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان

رکھتے ہیں۔اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں......"۔

۲۱۔گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیتے ہیں:

گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان ہر قسم کی خیر وبرکت سے محروم ہو جاتا ہے۔فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (الحشر : ۱۹)

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلایا، اللہ نے ان کے لیے اپنے نفسوں کو بھلا دیا؛ سو یہی لوگ پکے فاسق ہیں۔"

۲۲۔گناہ کی وجہ سے انسان کا حقیر ہو جانا:

گناہ کی وجہ سے انسان کا نفس حقیر ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (الشمس ۹-۱۰)

"وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے گناہوں میں ملوث کیا۔"

۲۳۔اعضا کی خیانت اور ان کی مدد سے محرومی:

عین ضرورت کے وقت انسان کے اعضا کی خیانت اور ان کی مدد سے محرومی ؛فرمایا:

﴿ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾

(الاحقاف : ۲۶)

"اور انہیں ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور دل کچھ بھی کام نہ آئے ،جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے لگے ،اور جس چیز کا مذاق اڑایا کرتے تھے ،وہی ان پر الٹ گئی۔"

۲۴۔ دنیا میں رزق میں تنگی اور بے اطمینانی و بے چینی اور آخرت میں برا انجام یعنی اندھا کر کے اٹھایا جانا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى o قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا o قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيَاتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾

(طه ١٢٤ - ١٢٦)

''اور جو کوئی میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے قیامت والے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے کیوں اندھا اٹھایا ہے، حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب میں) کہا جائے گا: ایسے ہی تیرے پاس میری آیات بھی پہنچی تھیں، تو نے ان کو بھلا دیا تھا، پس اسی طرح آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔''

۲۵۔ اعمال صالحہ پر مقرر فرشتوں کی صحبت سے محرومی:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں جو انسان کے اعمال کو لکھ کر محفوظ کرتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كِرَامًا كَاتِبِيْنَ o يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (الانفطار ۱۱۔۱۲)

''عالی قدر لکھنے والے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔''

جو نیکو کار لوگ ہوتے ہیں انہیں یہ فرشتے خوش خبریاں سناتے ہیں، اور بدکار و بدبخت لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

(فصلت: ۳۰)

"بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ڈٹ گئے، ان پر ملائکہ نازل ہوں گے، نہ ہی تم گھبراؤ اور نہ غم کھاؤ، اور تمہیں اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ مِنْهُ الْمَلِكُ مِنْ نَتْنِ رِيْحِهِ .))

[ترمذی / حسن]

"جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کی وجہ سے ساتھ والا فرشتہ دور ہٹ جاتا ہے۔"

۲۶۔ علم سے محرومی:

چونکہ علم ایک ایسا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ انسان کے دلوں میں ڈالتے ہیں اور گناہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

(البقره : ۲۸۲)

"اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں علم عطا کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔"

جب تقویٰ کی جگہ نافرمانی اور گناہ لے لیں تو علم اٹھ جاتا اور جہالت باقی رہ جاتی ہے۔

امام شافعی نے اپنے مشہور قصیدہ میں اسی چیز کو نقل کیا ہے؛ فرمایا:

((شكوت إلى وكيع سوء حفظي فأرشدني إلى تركالمعاعاصي
وأخبرني بأن العلم نور ونور الله لا يعطى فلعاصي .))

"میں نے وکیع (بن جراح امام شافعی کے استاد) کے پاس حافظہ خراب ہونے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ معاصی ترک کردی جائیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ علم ایک نور ہے۔ اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔"

۲۷۔ وحشت اور خوف کا طاری رہنا:

عام لوگوں سے بھی انسان کو ایک خوف سا رہتا ہے، اور خاص کر اہل خیر اور اہل علم سے انسان کو بہت خوف محسوس ہوتا ہے، اور انسان ان کی صحبت کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (النور: ۵۰)

''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ) شک میں ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے حق میں ظلم کریں گے؟ (نہیں) بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔''

۲۸۔ کاموں میں رکاوٹ:

جب بھی وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے سامنے تمام تر راہیں بند پاتا ہے، یا وہ کام اس کے لیے اتنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ اسے بجالانے سے محروم رہتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے پرہیز گار انسان کے لیے تمام تر راہیں آسان سے آسان تر ہوتی جاتی ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾ (اللیل ۸-۱۰)

''اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا۔ اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا۔ اسے ہم سختی میں پہنچائیں گے۔''

۲۹۔ بصیرت سے محرومی:

گناہوں کے سبب انسان کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھتے بوجھتے بھی اسے کسی چیز کی کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾

(الحج: ٤٦)

"بے شک ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں، لیکن ان کے دل اندھے ہیں، جوسینوں میں ہیں۔"

۳۰۔اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور پکڑ کا شکار ہونا:

اللہ تعالیٰ کی تدبیر اوراس کی پکڑ کا شکار ہوکر عذاب میں مبتلا ہونا، فرمایا:

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ٥٤)

"وہ چال چلے اور اللہ بھی چال چلا اور اللہ خوب چال چلنے والا ہے۔"

۳۱۔گناہ آپس میں جڑے ہوتے ہیں:

گناہ آپس میں ایک دوسرے کو جنم دیتے ہیں، ایک سے دوسرے کی پیوندکاری روبہ عمل میں آتی ہے اور آخر کار انسان پر ان گناہوں کا ترک کردینا بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (الشوری: ٤٠)

"اور بُرائی کا بدلا تو اسی طرح کی بُرائی ہے۔"

۳۲۔گناہ سے بدن اور دل کمزور ہوجاتے ہیں:

گناہ سے انسان کا بدن اور دل کمزور ہوجاتے ہیں۔ مومن کی تمام تر قوت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ جتنا اس کا دل مضبوط ہوگا اس کا بدن بھی اتنا ہی قوی ہوگا۔ گنہگار اور فاجر اس کا بدن خواہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو وہ ضرورت کے وقت سب سے بڑھ کر کمزور اور بزدل ہوتا ہے؛ فرمایا:

﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾

(الاعراف: ١٠٠)

"کیا ان لوگوں کو جو اہل زمین کے (مرجانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔"

۳۳۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے سے ثواب سے محرومی:

گناہ انسان کو نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں اور نیکیوں کی جگہ لے لیتے ہیں؛ اور یہ لوگ اگر اچھا عمل کر بھی لیں تو برائی اس اچھے عمل کو ختم کر دیتی ہے، اور وہ اجر و ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴾

(التوبہ: ٦٩)

”یہ وہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔“

۳۴۔ عمر میں کمی اور برکت کا خاتمہ:

جیسے نیکی سے انسان کی عمر بڑھتی ہے اس کے برعکس گناہ سے کم ہوتی ہے۔ انسان کی زندگی اس وقت تک بامعنی نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے رب کے سامنے سر تسلیم خم نہ کر لے۔ جب کہ فاجر انسان ایسے کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں جیسے مویشی کھاتے اور پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بد اعمال میں عمریں ضائع کرنے پر مذمت کی ہے؛ جو اتنی لمبی عمر پانے کے باوجود نہ ہی راہ ہدایت پر آئے اور نہ ہی کفر سے اسلام کی طرف نہ نکلے ان کی بابت فرمایا:

﴿ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴾ (فاطر: ٣٧)

”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آ پہنچا تھا، سو اب تم مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔“

۳۵۔ گناہ سے خیر کا ارادہ کمزور اور شر کا ارادہ قوت پکڑتا ہے:

انسان کے دل میں خیر کا ارادہ کمزور ہو جاتا ہے اور شر اور برائی کا ارادہ مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر پلیدی مسلط کر دیتے ہیں، فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقاً حَرَجاً كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۲۵)

''تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اس طرح اللہ اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، عذاب بھیجتا ہے۔''

۳۶۔ حیاء کا خاتمہ:

گناہ سے حیاء کا خاتمہ ہو جاتا ہے، جو دلوں کی زندگی اور ہر خیر کا اصل مادہ ہے۔ اور حیاء کا ختم ہو جانا ان تمام چیزوں کا ختم ہو جانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُوْلٰى : " إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .))

[سنن أبي داؤد باب: الحياء ح: ۴۷۹۹۔ قال الألباني: صحيح]

''بے شک لوگوں نے گزشتہ نبوت کی تعلیمات سے جو چیز پائی وہ یہ ہے کہ جب تم میں حیاء نہ رہے، جو چاہو سو کرو۔''

۳۷۔ مسلسل گناہ سے گناہ کی قباحت جاتی رہتی ہے:

گناہ مسلسل کرتے رہنے سے انسان کے دل سے اس کی قباحت ختم ہو جاتی ہے، اور وہ کام اس انسان کے لیے ایک عادت بن جاتا ہے اور پھر اس کے لیے اس گناہ سے توبہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ .)) [بخاری ۵۷۲۱]

''میری ساری امت کو معافی مل جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے۔''

۳۸۔ انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے:

گناہ انسان کی عقل کو خراب کر دیتے ہیں کیوں کہ عقل کا ایک نور ہے جسے گناہ کے اندھیرے مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر اس انسان کی عقل حاضر ہوتی تو گناہ کا ارتکاب نہ کرتا۔

بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''گناہ کے چھوٹا ہونے کو نہ دیکھو، بلکہ یہ دیکھو کہ کس کی نافرمانی کر رہے ہو۔'' [زهد /امام احمد ٤٦٠]

۳۹۔ رزق سے محرومی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

[مسند احمد ٥/ ٢٨٠]

۴۰۔ عقل کا فساد اور خاتمہ:

عقل میں ایک نور اللہ کی عنایت ہوتا ہے، جب انسان گناہ کرتا جاتا ہے اس نور میں ایسے ہی کمی آتی جاتی ہے، اور آخر کار کمزور ہوتے ہوتے یہ نور ختم ہو جاتا ہے۔ بعض سلف صالحین فرماتے ہیں: ''کوئی انسان بھی اس وقت تک گناہ نہیں کرتا جب تک اس کی عقل غائب نہ ہو کیوں کہ اگر اس کی عقل حاضر ہوتی تو ضرور اسے گناہ سے روکے رکھتی، کہ تم اللہ کے قبضہ اور اس کے تصرف میں ہو، وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، اور ملائکہ بھی دیکھ بھی رہے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے اسے لکھ بھی رہے ہیں، تو پھر عقل کی موجودگی میں اس قسم کا اقدام معصیت محال ہے۔

۴۱۔ غیرت کا خاتمہ:

غیرت ہی انسان کی زندگی ہے، اور یہی وہ ہتھیار ہے جس سے زندگی کے ہر میدان میں کام لیا جا سکتا ہے، اور یہی وہ گل سرسبد ہے جس سے رونق چمن اور زینت حیات ہے، اگر غیرت نہ رہے تو انسان اور حیوان میں، اور زندہ اور مردہ میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ ایک ادنیٰ سی مثال لیجیے:

دیوث (بھڑوا) جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے، اس کی غیرت کتنی ہی مرچکی ہوتی ہے جو وہ اس حرکت پر اتر آتا ہے کہ خود بھی گناہ کرتا ہے اور گناہ کے اسباب مہیا کر کے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتا ہے۔ بس جس انسان میں جتنی غیرت ہوگی وہ برائیوں سے اتنا ہی دور رہنے والا ہوگا۔

۴۲۔ احسان اور بھلائی کا خاتمہ:

گناہ کرنے کی وجہ سے انسان احسان اور محسنین کے دائرہ سے نکل جاتا ہے کیوں کہ جب انسان احسان کے معنی اور مفہوم کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو پھر اس سے گناہ کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (المائدہ: ۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا اُن کے لیے دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔''

۴۳۔ مرنے کے وقت کی سختیاں اور اضطراب:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

(الانعام: ۹۳)

''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے؛ اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو، آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی، اس سبب سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے، اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرٰى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلَآئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (الانفال: ۵۰-۵۱)

''کاش! آپ دیکھتے جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور ان کے منہ پر اور سرینوں پر مار مارتے ہیں، (اور کہتے ہیں) تم آگ کا عذاب چکھو۔ یہ بہ سبب ان کاموں کے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔''

۴۴۔ محشر کی سختیاں:

گنہگار انسان مرنے سے لے کر قبر تک اور پھر وہاں سے حشر تک مختلف قسم کی پریشانیوں کا سامنا کرتا ہے؛ اور آخر کار اس کا بدلہ جہنم کے عذاب کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ ایسے انسان کو جہنم جانے سے پہلے ہی جب نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے تو اس وقت سے اس کی حسرت و پریشانی شروع ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ﴾

(الحاقه: ۲۵-۳۱)

''اور جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! موت میرا کام تمام کر چکی ہوتی۔ میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔ میری سلطنت خاک میں مل گئی۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو۔ پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔''

۴۵۔ جہنم کا عذاب:

آخر کار اس انسان کو بہت ہی بری طرح سے اس کے جرم کا احساس دلا کر جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا، فرمایا:

﴿ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ٥ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ٥ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴾ (الزمر ۷۰-۷۲)

''اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔ اور کافروں کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے؟ کہیں گے کیوں نہیں لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم ثابت ہو چکا تھا۔ کہا جائے گا کہ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اس میں رہو گے تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔''

۴۶۔ آخرت میں حسرت اور افسوس:

جس کی وجہ سے اس عذاب کی سختی اور بڑھ جائے گی، فرمایا:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ

فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾ (فاطر: ۳۷)

''وہ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے؛ ہم نیک عمل کیا کریں گے نہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تو اب مزے چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کسی بد بخت نے اپنے والد کو مارا اور زمین پر گھسیٹا؛ باپ اس سے کہنے لگا: ''بس یہاں تک کافی ہے، میں نے اپنے باپ کو بھی یہاں تک گھسیٹا تھا۔'' صید الخاطر ۳۹۱، اسے کہتے ہیں: ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔''

❁❁❁❁

روئے زمین پر گناہ کے اثرات

یہی نہیں کہ انسان کے گناہ کی نحوست وشامت اس کے نفس و جان تک محدود ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی باقی مخلوق بھی ان گناہوں کی وجہ سے متاثر ہوتی ہے۔ذیل میں کچھ امور ایسے دیے جارہے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ باقی مخلوقات پر بھی انسانی گناہوں کی وجہ سے کتنی تنگی آتی ہے۔

ا۔امن اور پرکشائش زندگی کا خاتمہ،خوف اور بھوک کا مسلط ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ (النحل: ۱۱۲)

”اللہ تعالیٰ نے اس بستی کی مثال بیان کی ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی، اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر طرف سے چلی آتی تھی ، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا ،تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اورڈر کا مزہ چکھایا، جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔“

۲۔زمین اور سمندر میں تباہی اور امن وسکون کا خاتمہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم: ٤١)

”خشکی اور سمندر میں لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا ،اس لیے کہ

اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھا دے، بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔"

اب چشم فلک نے حال ہی میں سمندر کا فساد سونامی اور کارٹینا کی شکل میں دیکھا، اور خشکی کا فساد پاکستان ،کشمیر، ترکی اور دیگر ممالک میں زلزلوں کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔لیکن وہ آنکھ کہاں گئی جو ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے اصلاح احوال کی طرف توجہ دے؟

۳۔اللہ تعالیٰ کا غضب اور اجتماعی ہلاکتیں:

ایسا اس وقت ہوتا ہے جب نیک لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردیں ،اپنے نفس کی اصلاح میں لگے رہیں، اور دوسروں کو بھول جائیں ،یا ان سے غفلت برتیں۔فرمایا:

﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتاً وَّهُمْ نَائِمُونَo اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرَى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَo اَفَاَمِنُوا مَكْرَ اللّٰهِ فَلاَ يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾

(الاعراف: ۹۷-۹۹)

"کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو اور وہ (بے خبر) سو رہے ہوں۔ اور کیا اہلِ شہر اس سے نڈر ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کے داؤ کا ڈر نہیں رکھتے (سن لو کہ) اللہ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔"

۴۔آبادیوں کی تباہی و بربادی:

﴿وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْراً﴾ (الاسراء: ۱٦)

''اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں ، اور وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں؛ تو ان پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔''

۵۔ عام عذاب:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام لوگوں نیک اور بد کے لیے برابر کا عذاب جس سے کوئی بھی بچ نہیں پاتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الانفال: ۲۵)

''اور اس دن کے فتنہ سے بچو جس کا شر صرف ظالم لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دینے والے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ الْحَبَارَى لَتَمُوْتُ فِي وَكْرِهَا بِظُلْمِ الظَّالِمِ...... .))

[الجواب الكافي لابن قيم]

''گنہگار کے گناہ کی وجہ سے پرندے اپنے گھونسلوں میں ہلاک ہوتے ہیں۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ الضَّبَّ لَيَمُوْتُ هُزَالاً فِي حُجْرِهِ بِذَنْبِ ابْنِ آدَمَ .))

[النهاية في غريب الحديث والاثر ۳/ ۱۵۰]

''بے شک گوہ اپنے سوراخ میں ابن آدم کے گناہ سے دبلا ہو کر مر جاتی ہے۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ ان گناہوں کی وجہ سے بارش روک لی جاتی ہے، اور رزق تنگ کر دیا جاتا ہے۔

توبہ اور استغفار کے فوائد

استغفار: غفر سے بنا ہے۔جس کا عام طور پر معنی پردہ رکھنا ہے۔غفر؛ اورغفران دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ابن منظور لسان العرب میں کہتے ہیں: ''غفر اصل میں ڈھانک دینے اور پردہ ڈالنے کے معنی میں آتا ہے۔کہاجاتا ہے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا مَغْفِرَۃً وَّ غُفْراً وَ غُفْرَاناً .))

''اے اللہ! ہمیں بخش دے، معاف کردے؛ اور بخشنا اور بخشش۔''

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''غفر کا معنی ہے ایسا لباس پہنا دینا جو اسے ہر قسم کی میل اور گند سے دور رکھے۔'' امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' غفار اس ہستی کو کہتے ہیں جو خوبصورتی کا اظہار کرے اور قبیح پر پردہ ڈال دے۔اور گناہ بھی بدصورت اور قبیح ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال کر اس سے درگزر اور اس کی سزا سے معاف کر رکھا ہے۔

اصطلاحاً: استغفار کا معنی ہے: ''اپنے گناہوں کی معافی کے ساتھ ان کا پردہ طلب کرنا۔ یہ کبھی زبان سے بھی ہوسکتا ہے اور کبھی فعل سے بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (آل عمران : ١٣٥)

''اور وہ لوگ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے۔''

توبہ کا معنی و مفہوم:

توبہ مصدر ہے "تــاب یتوبُ" کا، جو رجوع پر دلالت کرتا ہے۔اس سے صفت تائب آتی ہے۔توبہ کے ایک معانی ہیں؛ ان میں سے چند ایک یہاں پر بیان کیے جارہے ہیں:

☆ اس کے پہلا معنی ہے اچھے طریقہ پر گناہ ترک کردینا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی غلطی کے عذر میں تین باتوں میں سے ایک کہی جاسکتی ہے:

ا۔ میں نے ایسے نہیں کیا۔

۲۔ میں نے اس وجہ سے ایسے کیا ہے۔

۳۔ میں نے غلطی کی ہے؛ اب اسے ترک کرتا ہوں۔ یہ سب سے بہترین طریقہ ہے کہ غلطی کرتے ہوئے اسے ترک کردیا جائے، اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"توبہ: گناہ کو اس کی برائی کی وجہ سے ترک کرنے؛ اس سے جو غلطی ہوچکی ہے، اس پر ندامت اختیار کرنے اور آئندہ کے لیے ایسا نہ کرنے کے پختہ عزم کا نام ہے اور اس کے ساتھ جس قدر ہوسکے سابقہ اعمال کا تدارک کیا جائے۔"

توبہ کا ایک معنی اللہ کی نافرمانی سے اس کی اطاعت کی طرف لوٹنا، یعنی گناہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کاربند ہوجانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو توبہ کرنے کی طرف بلاتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾

(التوبة: ٧٤)

"اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اگر وہ پھر جائیں تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور دنیا میں ان کا کوئی دوست و مددگار

نہیں ہوگا۔"

توبہ ہر شخص پر واجب ہے، گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

(النور: ۳۱)

"اور تم سب اللہ کی طرف توبہ ورجوع کرلو اے ایمان والو، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ﴾ (التحریم: ۸)

"اے ایمان والو! اللہ کی طرف سچی توبہ (توبہ نصوح) کرلو۔"

توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرلے اور وہ گناہ جنھیں وہ جانتا ہے اور وہ بھی جنہیں وہ نہیں جانتا بلکہ نادانستہ اس سے سرزد ہوگئے یا کر کے بھول چکا ہے ان سب گناہوں سے توبہ کرے۔ اللہ کی بندے پر جو نعمتیں ہیں ان کے شکر کے سلسلہ میں جو تقصیر ہوئی ہے اس سے توبہ کرے اور ایک مسلمان اپنی زندگی کے مختلف اوقات میں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے؛ اس سے بھی توبہ کرے یہ سب امور توبہ میں شامل ہیں۔ حضرت ماعز مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا:

((يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ فَإِنِّيْ أَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ)) [مسلم ۲۷۰۲]

"اے لوگو! اللہ کی طرف تائب ہو جاؤ اور اس سے بخشش طلب کرو، میں روزانہ ایک سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ پر جو کوئی بھی عمل کرے گا اور کثرت استغفار کرے گا۔ اور پھر اس توبہ پر قائم رہتے ہوئے نیک اعمال بجالائے گا اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ﴾ (طٰہٰ: ۸۲)

''اور میں اسے بہت ہی بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر ہدایت پر رہے۔''

توبہ کی اہمیت:

بے شک گناہ نری ضلالت اور گمراہی ہی گمراہی ہے۔ ہر ایک پریشانی کا سبب اور ہر بدبختی کا دروازہ گناہوں سے کھلتا ہے۔ کتنی ہی گنہگار قومیں ایسی تھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا اور کتنی ہی کو زمین میں دھنسا دیا؛ اور کتنوں کو ہی چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا۔ اور کتنے ہی لوگ ایسے بھی تھے جن کی شکلیں ان کے گناہوں کے سبب بدل ڈالیں، وہ خنزیر اور بندر بن گئے۔ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ کی حدود توڑی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے، ایک وقت تک اللہ ڈھیل دیتے ہیں، مگر پھر سخت پکڑ میں پکڑ لیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے، اور مومن کو بھی غیرت آتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی غیرت اس بات پر ہے کہ مومن کسی حرام کام کا ارتکاب کرے۔''

[متفق علیہ]

دوسری روایت میں ہے:

''آگاہ ہو جاؤ! ہر بادشاہ کی ایک حد ہوتی ہے، اور اللہ کی حد اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔'' [متفق علیہ]

گناہ کے نتائج اور اثرات کیا ہوتے ہیں اس کے متعلق ''گناہوں کے بد اثرات'' میں قدرے تفصیل ہے۔ ان گناہوں سے نجات پانے اور ان کے بد اثرات کو ختم کرنے کا طریقہ کیا ہے، ایک مومن کے لیے اس کا جاننا ازبس ضروری ہے تاکہ وہ گناہوں کی پلیدیوں سے بچ سکے، اور جو گناہ ہو چکے ہیں، ان کے اثرات سے نجات حاصل کر سکے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے توبہ کے دروازے کھلے رکھے ہیں۔''

انسان کی عزت اس میں ہے کہ وہ رب ذوالجلال کے سامنے انتہائی حقیر و مسکین بن کر

رہے اور اس سے حد درجہ محبت رکھے۔ اور انسان کی ذلت و رسوائی کا باعث یہ ہے کہ تکبر و سرکشی کرے اور اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں اور امور کی محبت میں اور اس کی پسندیدہ چیزوں اور امور سے بغض رکھ کر اللہ کے احکام کی نافرمانی کے درپے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ (فاطر: ۱۰)

''جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے، پس تمام عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے، تمام تر اچھے کلمات اس کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل انھیں بلند کرتا ہے اور اوپر کو اٹھاتا ہے اور جو لوگ برائیوں کے مکر میں لگے رہتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو جائے گا۔''

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ (المؤمن: ٦٠)

''اور تمھارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمھاری پکار کو سنتا ہوں، جو لوگ میری عبادت (دعا کرنا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

سب سے بڑی عبادت:

عبادت کے تمام شعبے اور انواع و اقسام؛ بندے میں اللہ کے لیے خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری اور محبت پیدا کرتی ہیں اور عبادت کی سب سے بڑی قسم توبہ ہے۔ بلکہ توبۂ عظمیٰ یعنی کفر سے توبہ تو عظیم ترین عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ

مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴾

(ھود: ۵۲)

''اے میری قوم! اپنے رب سے استغفار (طلبِ مغفرت) کرو اسی کی طرف رجوع کرو وہ تم پر آسمان سے اپنی رحمتوں کی بارش کردے گا اور تمہیں پہلی قوت کے ساتھ اور قوت عطا کرے گا، لہٰذا تم مجرم پیشہ نہ بنو۔''

رحمتِ الٰہی کی وسعتیں:

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کتنا فضل و کرم ہے، اس کی مخلوق ہیں اور دن رات اللہ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں لیکن وہ انھیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ انتہائی حلم و بردباری سے کام لیتے ہوئے انہیں رزق عطا کرتا ہے۔ صحت و عافیت سے نوازتا ہے اور رنگا رنگ نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے، انہیں توبہ کرنے کی طرف بلاتا ہے اور کوتاہیوں پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرنے کی ترغیب دلاتا ہے اور ان کے ساتھ بخشش کے وعدے کرتا ہے اور اجر و ثواب کی نویدیں سناتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے انتہائی خوش ہوتا ہے۔

اگر بندہ اپنے رب کی اس دعوت کو مان لے تو بہ تائب ہو جائے اپنے مالک کی طرف رجوع کرلے تو وہ اپنے رب کے وعدے کو سچا پالے گا اور دنیا میں ہی بہترین زندگی سے بہرہ ور ہوگا اور آخرت میں اجر و ثواب سے مالا مال ہوگا۔ اور اگر کسی نے اللہ کی دی ہوئی اس مہلت کو ضائع کردیا اور دنیائی شہوتوں، رنگینیوں اور تمناؤں میں ہی غرق رہا، پھر اللہ اسے اس کے ان کرتوتوں کی بنا پر عذاب دے گا اور یقیناً تمہارا پروردگار کسی پر ظلم کرنے والا بھی ہرگز نہیں ہے۔ اور جو شخص اس ارحم الراحمین کی ان وسیع رحمتوں کے باوجود بھی ہلاک ہوگیا تو پھر اس میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے۔

تائبین سے اللہ کی محبت اور اس کی حکمتیں:

یقیناً ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کی توبہ سے اس قدر خوش ہونے میں آخر حکمت کیا ہے؟ اس کا جواب سمجھنے کے لیے چند نکات سمجھنے لازمی ہیں:

ا۔ اللہ کے تائب ہونے والوں کی توبہ سے محبت کرنے اور اس پر خوش ہونے کی حکمتوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اللہ کے اسماء حسنیٰ اس کی اعلیٰ صفات پر ہیں اور اس کے ان اسماء حسنیٰ اور اعلی و عظیم صفات کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے اثرات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ الرحمٰن اور الرحیم اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل اپنی ذات کے لائق رحمت کی صفت سے متصف ہے۔ اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی مرحوم ہو کہ جس پر اس کی رحمت ہوئی ہو۔ اور اللہ کا اسم مبارک الخالق، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدرت و طاقت کے ساتھ متصف ہے جس سے وہ ایجاد و تخلیق کرتا ہے اور اللہ کی یہ صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ مخلوقات کو عدم سے وجود میں لائے، اور اللہ کا اسم گرامی 'الرزاق، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے وہ لوگ ہوں جو مرزوق (رزق دیئے گئے) ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک التواب، اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے کی صفت سے متصف ہے چاہے کوئی کتنی مرتبہ بھی توبہ کرلے اور یہ صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی گناہ گار ہو جو اپنے گناہ سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرے۔ اس طرح باقی سارے اسمائے حسنیٰ بھی ہیں ان میں سے ہر اسم مبارک اللہ کی ذات گرامی پر دلالت کرتا ہے اور ان اسماء مبارکہ پر مشتمل صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے متصف ہونے کا پتہ دیتا ہے اور اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے یہ اسم مبارک اپنی اس صفت کے آثار کے اس دنیا میں ظہور کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَانْظُرْ إِلَىٰٓ اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الروم: ۵۰)

''پس اللہ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھو وہ زمین کے مردہ ہو جانے (غیر آباد کردینے) کے بعد کس طرح زندہ و آباد کر دیتا ہے۔ بے شک وہ مردوں کو زندہ

کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ گنہگار کی توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک، التواب، کا تقاضا ہے اور تائب کو اجر و ثواب دینا اس قبول توبہ کے آثار میں سے ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (الشوریٰ: ۲۵)

''اللہ وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے۔''

۲۔ اللہ تعالیٰ کے تائبین کی توبہ سے خوش ہونے اور ان سے محبت کرنے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود ''محسن'' اور ''صاحبِ معروف'' ہے اور یہ احسان وکرم ہرگز منقطع ہونے والے نہیں ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (التوبہ: ۱۱۸)

''اور اُن تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہوگئی اور اُن کی جانیں بھی اُن پر دوبھر ہوگئیں اور اُنہوں نے جان لیا کہ اللہ (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں، پھر اللہ نے اُن پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

جس نے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے توبہ کی؛ اللہ اس پر اپنا فضل واحسان کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں اسے اجر و ثواب اور جزائے خیر سے نوازتا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے اس پر دنیا میں تو (رزق وغیرہ کی شکل میں) احسان کرتا ہے مگر آخرت میں اس کی بدعملی کے نتیجہ میں اسے سزا دیتا ہے اور وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔

۳۔ اللہ کے اپنے بندوں کی توبہ سے محبت کرنے کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ صاحبِ عفو وکرم ہے اور اس کی رحمت گناہ گاروں کو بھی شامل ہے اگر چہ وہ انہیں سزا دینے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس رحمت کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿نَبِّیْٔ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ (الحجر: ۴۹)

"(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دو کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں۔"

اور حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ کِتَابًا عِنْدَہٗ فَوْقَ الْعَرْشِ ، اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ)) [بخاری ۳۰۲۲؛مسلم ۲۷۵۱]

"اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس عرش پر ایک کتاب میں یہ لکھ رکھا ہے، میری رحمت میرے غضب پر حاوی ہے۔"

بندوں کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے اور اس پر خوش ہونے کی اس طرح کی ہی دیگر کئی حکمتیں بھی ہیں جن میں سے ہمیں بہت کم کے بارے میں اطلاع ہوئی ہے۔

عجیب اعلان:

شیطان انسان سے گناہ کروانے پر بہت ہی حریص ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بھی اسے ایک خاص دائرہ میں کام کرنے کی چھوٹ دی ہے۔ جب بھی انسان اس دائرہ سے باہر نکل جائے؛ اور توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائے گا جو نہ صرف گناہ معاف کرتا ہے ، بلکہ انہیں نیکیوں سے بھی بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَّکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا﴾ (الفرقان: ۷۰، ۷۱)

”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔“

مسند احمد کی ایک صحیح روایت میں ہے: ”شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا: مجھے تیری عزت کی قسم! میں ہمیشہ تیرے بندوں کو بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”مجھے بھی اپنی عزت اور بزرگی کی قسم ہے! میں بھی انہیں معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے۔“ (حدیث نمبر ۱۱۲۵۵)

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ڈھارس بندھائی ہے، اور انہیں اپنی رحمت اور مغفرت کا یقین دلایا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان گناہ سے عاجز آ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائے، اور وہ توبہ کیے بغیر مر جائے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾

(الزمر : ۵۳)

” (اے پیغمبر! میری طرف سے) کہہ دو: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

بابِ توبہ:

بعض گناہوں کی توبہ تو صحیح ہوتی ہے اور ان کی معافی ہو جاتی ہے اور جن گناہوں کی توبہ نہ کی گئی ہو وہ باقی اور قابلِ مؤاخذہ رہیں گے۔

توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے کبھی بھی بند نہیں ہوتا اور بندے اور توبہ کے مابین کوئی چیز اس وقت تک حائل نہیں ہوتی جب تک کہ مغرب سے سورج طلوع ہو جائے۔ اس وقت توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا اور اس وقت سے پہلے اگر کوئی ایمان نہ لایا ہو گا تو اس وقت کا

لایا ہوا ایمان کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

((إِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ بَابًا قِبَلَ الْمَغْرِبِ عَرْضُهُ سَبْعُوْنَ عَامًا لِلتَّوْبَةِ لَا يَغْلِقُ حَتّٰى تَطْلَعَ الشَّمْسُ مِنْهُ)) [ترمذی ٣٥٣٦، امام ترمذی اور البانی نے اسے حسن کہا ہے اور امام نسائی نے صحیح کہا ہے۔ صححه نسائی، ابن ماجة]

"اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف توبہ کا دروازہ کھولا ہے جس کی چوڑائی ستر سالوں میں طے ہونے والی مسافت کے برابر ہے اور وہ دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک کہ مغرب کی طرف سے سورج طلوع نہ ہو جائے۔"

یہ حدیث بیان کرنے والے صفوان بن عسال مرادی ہیں اور اس حدیث کے آخر میں ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْساً إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْراً﴾ (الانعام: ١٥٨)

"جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں (سامنے) آئیں گی، کسی جی کو ایمان لانا کام نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے؛ اور نہ ہی انہوں نے کوئی بھلائی کی تھی۔"

ثوابِ توبہ:

اللہ تعالیٰ نے توبہ پر عظیم اجر و ثواب اور عمدہ ٹھکانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبہ: ١١٢)

”جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع و سجود کرنے والے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے ہیں ایسے ہی مومنوں کو بشارت و خوش خبری دیجیے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (التحریم: ٨)

”اے ایمان والو! اللہ کی طرف پکی توبہ کرو یوں قریب ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اس دن اللہ اپنے نبی اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا ان کا نور ان کے آگے چل رہا ہوگا اور ان کے دائیں بائیں بھی ہوگا، وہ کہیں گے: ”اے اللہ ہمارے لیے ہمارا نور مکمل کر دے اور ہماری مغفرت فرما دے بلاشبہ تو ہر چیز کی قدرت رکھنے والا ہے۔“

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (الفرقان: ٦٨ تا ٧٠)

”وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہیں پکارتے اور نہ ہی کسی حرمت والی جان کو (ناحق) قتل کرتے ہیں ، نہ زنا کرتے ہیں ، اور جو کوئی ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ گناہ کماتا ہے ، قیامت کے دن اسے دگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ جہنم میں ذلیل و رسوا بن کر رہے گا۔ سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا ایسے (تائب مومنوں) کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ انتہائی بخشنے والا اور بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔“

بعض مفسرین نے کہا ہے: ”اللہ ان کی ہر برائی کو توبہ میں بدل دے گا اور انھوں نے جو جو برائی کی ہوگی اس پر ندامت کے اظہار اور اس گناہ کی طرف نہ لوٹنے کے عزم بالجزم کی وجہ سے ہر برائی کو نیکی بنا دے گا۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِيْنَ يَتُوْبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا وَقَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْهُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ وَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِيْ وَ أَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ)) [صحيح مسلم ٢٧٤٧]

”جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے کہ جیسے جنگل میں کسی کی سواری بھاگ گئی اور اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی تھا ، وہ اس سے مایوس ہو کر کسی درخت کے نیچے آکر لیٹ گیا جبکہ وہ اپنی سواری سے مایوس ہو چکا تھا۔ وہ اسی حالت میں ہو اور اچانک اس کی وہ سواری اس کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ وہ اس کی نکیل پکڑ کر جذباتِ مسرت سے مغلوب ہو کر کہتا ہے: ”اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِيْ وَ أَنَا رَبُّكَ“ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ شدتِ مسرت سے وہ غلطی کر جاتا ہے ، اس بندے کی خوشی و

مسرت سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔''

بندے کے لیے سب سے زیادہ سعادت و خوش بختی والی ساعتیں وہ دن اور راتیں ہیں جن میں اللہ اپنے بندے کی توبہ قبول کر لے کیونکہ توبہ کے بغیر تو وہ ایک مردے کی طرح ہے اور توبہ سے جی اٹھتا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب غزوۂ تبوک سے ان کے پیچھے رہ جانے پر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تو میں نبی ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں مجھے لوگ فوج در فوج ملتے اور میری توبہ قبول ہونے پر مجھے مبارکیں دیتے اور کہتے کہ اللہ تمہارے لیے تمہاری توبہ کو مبارک کرے۔ پھر جب میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ کا چہرۂ انور چمک اٹھا، آپ ﷺ خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا کرتا تھا اور آپ ﷺ کا چہرہ یوں لگتا جیسے چودھویں کا چاند ہو، آپ ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ .))

[بخاری ٤١٥٦ و مسلم ٢٧٦٩]

''تمہیں جب سے تمہاری ماں نے جنم دیا ہے تب سے آج تک کا سب سے بہترین دن مبارک ہو۔''

مقامِ توبہ اور انبیاء و صالحین:

توبہ ایک انتہائی عالی مقام عمل ہے جو انبیاء و مرسلین اور نیک و مقربین نے اپنایا تھا، جس کی رسی انہوں نے تھامی اور جس کی حقیقت سے وہ متصف ہوئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [التوبہ: ١١٧]

''اللہ نے نبی ﷺ مہاجرین و انصار صحابہ اور ان لوگوں کی توبہ قبول کی جنہوں

نے ان کی اتباع تنگی کی گھڑی میں کی، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے
بعض لوگوں کے دل بھٹک جائیں، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، بے شک وہ
ان کے ساتھ بڑا ہی رؤف ورحیم ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اور اسماعیل علیہما السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ: ۱۲۸)

"اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی اپنی
فرمانبردار امت بنا، اور ہمیں عبادت کے طریقے سکھلا اور ہماری توبہ قبول فرما،
بے شک تو بہت ہی توبہ قبول کرنے والا اور بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔"

اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾
(الاعراف: ۱۴۳)

"جب انہیں افاقہ ہوا تو کہا: اے اللہ تو پاک ہے میں تیری طرف تائب ہوتا
ہوں اور میں مومنوں میں سے پہلا ہوں۔"

مسلمان استقامت کے زمانے میں اور تقصیر و گناہ کے زمانے میں اور نیکیوں کے بعد ہر
حال میں توبہ کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ﴾ [ہود: ۳]

"اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور پھر اس کی طرف تائب ہو
جاؤ وہ تمہیں ایک طے شدہ وقت تک اچھا نفع (زندگی) دے گا اور ہر زیادہ عمل
کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم لوگ اعراض و روگردانی کرتے

رہے تو مجھے تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔“

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ضمن میں اپنے ذکر کو بھی بیان کیا ہے۔

استغفار کی انتہائی اہمیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے انبیاء کرام اور صالحین عظام کی صفت قرار دیا تھا۔ اور یہ ان کی دعوت کا ایک حصہ رہا ہے، انبیاء نہ صرف یہ کہ خود کثرت سے استغفار کرتے تھے بلکہ لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ (البقرہ: ۲۸۵)

”رسول (اللہ) اس کتاب پر جو اُن کے رب کی طرف سے اُن پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔ سب اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اُس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے رب! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

ہر اہم ترین موقع پر جہاں جتنا سخت امتحان ہوتا ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور توبہ و استغفار بھی اس قدر بڑھ جاتے اور اللہ سے اس قدر زیادہ دعائیں کرتے اور معافیاں مانگتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ٥ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

(آل عمران : ١٤٦ تا ١٤٨)

''اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ (اللہ کے دشمنوں سے) لڑے ہیں تو جو مصیبتیں اُن پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اُن کے سبب اُنہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی، نہ (کافروں سے) دبے۔ اور اللہ تعالیٰ استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور (اس حالت میں) اُن کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے رب! ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں معاف فرما۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ (دے گا) اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

توبہ کی ضرورت:

قارئین کرام! جلد توبہ کر لینے میں ہی خیر و سلامتی اور امن و عافیت ہے۔ پوشیدہ اور علانیہ کیے گناہوں کی ، پوشیدہ و علانیہ ہر طرح سے جلد از جلد توبہ کر لینی چاہیے۔ نیکی کرنے کے بعد بھی اللہ کی طرف تائب ہو جایا کرنا؛ اور محرمات میں سے کسی چیز یا کام کا ارتکاب ہونے کے بعد بھی توبہ کر لینا یہ مومن کی بہت بڑی اور بھلی صفت ہے۔ کیوں کہ کوئی انسان نہیں جانتا کہ کب ؛ کہاں اور کس حال میں اس کی زندگی کا سفر پورا ہو جائے ؛ اور پھر توبہ کا موقع ملے یا نہ ملے۔ اور انسان حسرت سے کفِ افسوس ملتا رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى

الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّةً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (الزمر: ٥٤ تا ٥٨)

''اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرلو اور اس کے سامنے سرنگوں ہو جاؤ قبل اس کے کہ تم کو عذاب آلے، پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین وحی نازل کی گئی ہے اس کی اتباع کرو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب نازل ہو جائے جبکہ تمہیں اس کی کوئی اطلاع بھی نہ ہو اور (ایسا نہ ہو کہ کوئی) شخص یہ کہے کہ ہائے افسوس! میں نے اللہ کے حق میں بڑی کوتاہی برتی ہے بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا یا عذاب کو دیکھ کر کہے: کاش! کسی طرح میرا لوٹ جانا ہوتا تو میں بھی نیکوکاروں میں ہو جاتا۔''

ہوشیار رہیے! شیطان کے جھانسے، دنیا کے فتنوں، نفس کی خواہشات اور لالچ کے پھندے میں نہ پھنس جانا اور یہ نہ سمجھ کر لینا کہ کوئی بات نہیں۔ میں موت سے پہلے توبہ کرلوں گا۔

موت تو اچانک ہی آجاتی ہے اور بکثرت لوگوں کے اس خیال کی وجہ سے وہ موت سے قبل توبہ کرنے سے محروم رہ گئے کیونکہ وہ خود تو موت کے لیے تیار نہ تھے بلکہ نفسانی خواہشات کی تسکین میں محو تھے، طویل و عریض تمنائیں لیے بیٹھے تھے کہ اچانک انہیں موت نے آدبوچا۔ بعض لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اللہ کے حق یا حقوق العباد میں ان سے کوتاہی ہوئی مگر موت سے پہلے پہلے انہیں توبۂ نصوح کی توفیق مل گئی اور وہ صالحین و صالحات میں سے ہوگئے، حتی کہ ان کے حالات کا تذکرہ غافل دلوں میں بیداری پیدا کرتا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے والے اور منہج صحیح وقویم پر رواں ہونے والے ان کی اقتدا کرتے ہیں۔

توبہ اور استغفار کی فضیلت:

توبہ و استغفار کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی بلند ہے۔ صالحین اور اولوالعزم لوگوں کی یہی روش رہی ہے کہ اگر ان سے کوئی خطا ہو جائے تو فوراً توبہ کرتے تھے۔ اللہ

عزوجل نے ان لوگوں پر تعجب کا اظہار کیا ہے جو گناہ تو کرتے ہیں مگر توبہ کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰهِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

(المائدہ: ٧٤)

''کیا ہوگیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ اور استغفار کیوں نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور ورحیم ہیں۔''

انسان سے خطا کا ہوجانا اتنی بڑی قبیح اور بری بات نہیں ہے جتنا برا اس پر توبہ کا ترک کرنا ہے کیوں کہ انسان بھولا ہوا ہے، اور رحمان مہربان ہے، کریم ہے، وہ ہر لحہ اس کی بھول کو معاف کرنے پر تیار ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ (النساء: ١١٠)

''اور جو کوئی برائی کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے؛ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔''

برا تو یہ ہے کہ انسان گناہ پر گناہ کرتا جائے، اسے گناہ کی قباحت اور برائی کا علم بھی ہو، وہ توبہ کی اہمیت اور اس کی قدر ومنزلت کو بھی جانتا ہو؛ مگر اس طرف توجہ ہی نہ دے۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جوان امور کا ادراک رکھتے ہیں، اور اگر ان سے کوئی خطا ہوجائے تو فوراً ندامت کے آنسو بہاتے اور اپنے رب سے توبہ واستغفار کرتے ہیں۔ اور اپنے گناہ پر جم نہیں جاتے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٣٥)

''اور وہ لوگ جب کوئی برائی کا کام کرگزرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے

ہیں ،تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو گناہوں کا بخشنے والا ہو، اور وہ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے ،اور وہ جانتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْعَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الشوریٰ : ۲۵)

''کیا وہ یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ معاف کرتا ہے،اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

توبہ کے فوائد:

۱۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی : یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب توبہ صحیح معنوں میں اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ ہو ؛ کیوں کہ اس کا بہت ہی بڑا ثواب ہے۔ اقوام کی نجات اور کامیابی کے لیے توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعاً اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

(النور: ۳۱)

''اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کروتا کہ تم نجات پاؤ۔''

۲۔ جنت میں داخل ہونے کی بشارت : جب توبہ کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بھی بجا لائے جائیں تو اس وقت جنت کی یہ بشارت بھی صادق آتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئاً ﴾ (مریم : ۶۰)

''مگر جو کوئی توبہ کرے ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ، وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔''

یہی وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ جن کی توبہ قبول فرماتے اور ان کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔

۳۔ فرشتوں کی دعاؤں کا حصول ،اور جنت میں اپنے اقارب اور عزیزوں کے ساتھ اجتماع، گناہوں سے حفاظت اور دنیا اور آخرت کی کامیابیاں ،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

(غافر: ۷-۹)

’’وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں ،اور جو اس عرش کے ارد گرد ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ بیان کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں؛ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے ؛ پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے پر چلیں؛ اوران کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے؛ اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے بھی جو نیک عمل کرنے والے ہوں؛ بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔اور ان کو برائیوں سے محفوظ رکھ؛ اور جسے تو نے اس روز برائیوں سے بچا لیا تو بے شک اس پر تو نے مہربانی فرمائی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘

۴۔ خوشگوار، پرسکون اور پرامن دنیاوی زندگی کی بشارت ،فرمایا:

﴿وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْ اَخَافُ

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ﴾ (ھود: ۳)

''یہ کہ تم اپنے رب کے ہاں سے گناہوں کی معافی مانگو، اور اس کی جناب میں توبہ کرو، وہ وقت مقررہ تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا، اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔''

۵۔ آسمانوں سے برکات کا نازل ہونا، اور زندگی میں خوشحالی کا لوٹ آنا قوت، توانائی اور صلاحیت میں اضافہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾

(ھود: ۵۲)

''اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو؛ اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، تاکہ وہ تم پر برسنے والے بادل بھیج دے، اور تمہاری طاقت پر اور طاقت بڑھا دے، اور تم مجرم بن کر روگردانی نہ کرو۔''

۶۔ نیک اولاد، بابرکت روزی، خوش حالی اور آسائش توبہ ہی کے مرہون منت ہے۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے یہی دعوت پیش کی تھی:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ (نوح ۱۰-۱۲)

''میں نے کہا: اپنے رب سے اپنے گناہوں پر استغفار کرو؛ وہ یقیناً بڑا ہی بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑے گا، اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔''

۷۔ گناہ کا نیکیوں سے تبدیل ہونا: صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے

برے اعمال کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (الفرقان: ٧٠)

"مگر جو شخص توبہ کرے، اور ایمان لائے، اور نیک اعمال کرے، پس ایسے لوگوں کے برے اعمال کو اللہ تعالیٰ نیک اعمال سے بدل دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے ہی معاف کرنے والے مہربان ہیں۔"

حدیث میں ہے:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ .))

[ابن ماجة / حسن ١٨٥١]

"گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔"

۸۔ عذاب سے حفاظت اور نجات: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عذاب سے نجات کے لیے دو نعمتوں سے نوازا؛ ایک محمد ﷺ، اور دوسرا استغفار کرنا۔ فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الانفال: ٣٣)

"اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دیں گے جب تک آپ ان میں موجود ہوں، اور اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک وہ استغفار کرتے رہیں۔"

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ تو اپنے مقام پر پہنچ گئے، اور استغفار ہم میں قیامت تک کے لیے باقی ہے۔"

۹۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی: جب کوئی انسان توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اس انسان کے تصور سے بڑھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال رسول اللہ ﷺ نے ایسے بیان کی ہے:

"اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ پر اس انسان سے بڑھ کر خوش ہوتے ہیں، جو ایک

وادی میں اترا ہو، اور اس کے ساتھ اس کی سواری بھی، جس پر اس کا متاع سفر تھا، اس نے ٹیک لگائی اور تھوڑی دیر کے لیے سو گیا؛ جب وہ بیدار ہوا تو اس نے سواری کو نہ پایا، یہاں تک کہ شدت پیاس اور گرمی سے ہلاکت یقینی ہوگئی، اور وہ لوٹ کر اپنی اسی جگہ پر سو گیا، جب بیدار ہوا تو اس کی سواری اس کے سر کے پاس کھڑی تھی؛ تو وہ انتہائی خوش ہوا، اور خوشی میں کہا: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔" [بخاري: ٦٣٠٨]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "تعجب ہے اس انسان پر جو نجات کا سامان رکھتے ہوئے ہلاک ہو رہا ہو۔" پوچھا گیا: وہ سامان کیا ہے؟ فرمایا: استغفار۔"

۱۰۔ طہارتِ قلب اور گناہ کے زنگ سے چھٹکارا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ ، فَإِنْ هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهُ ، وَإِنْ عَادَ ، زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ عَلَى قَلْبِهِ ، وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهَا اللّٰهُ ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِم مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (مطففين ١٤) [احمد، ترمذي]

"جب انسان ایک گناہ کرتا ہے، اس کے دل میں ایک کالا نقطہ پڑ جاتا ہے، اگر اس نے توبہ و استغفار کی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اسے صاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر اس نے دوبارہ گناہ کا ارتکاب کیا تو سیاہی میں اور زیادتی کر دی جاتی ہے، یہی وہ زنگ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے: "ہرگز نہیں، بلکہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ پڑ چکا ہے۔"

حدیث قدسی ہے:

((يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ مَا كَانَ مِنْكَ ، وَلَا أُبَالِي ، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عِنَانَ السَّمَاءِ ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي ، غَفَرْتُ لَكَ ، وَلَا أُبَالِي ، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ أَتَيْتَنِي

بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ، ثُمَّ أَتَيْتَنِي لا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً ، لَأَتَيْتُكَ بِقَرَابِهَا مَغْفِرَةً .)) [ترمذی صحیح ٣٥٤٠]

''اے ابن آدم! جب تک تو نے مجھے پکارا، اور مجھ سے امید رکھی، میں تمہارے سب گناہ معاف کرتا رہوں گا، اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہوگی، اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کو چھونے لگیں، اور پھر تو مجھ سے معافی مانگے میں تجھے معاف کردوں گا، اور مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی۔ اے ابن آدم! اگر تم میرے پاس زمین بھر گناہ لاؤ، اور تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، میں تیرے لیے اتنی ہی مغفرتیں لے آؤں گا۔''

۱۱۔ گناہوں کی معافی: استغفار کی کثرت ہر پریشانی سے نجات، اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخرَجاً ، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً وَرِزْقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ .))

[ابو داؤد و ابن ماجة]

''جس نے استغفار کو اپنا معمول بنالیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ، اور ہر غم سے چھٹکارہ کا سامان کردیتے ہیں، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔''

ایک اور مقام پر سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ! لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتَّى تَمْلَأَ خَطَايَاكُمْ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰهَ تَعَالٰى لَغَفَرَ لَكُمْ .))

[رواه أحمد]

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم اتنے گناہ کرو کہ زمین و آسمان ان سے بھر دو اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو تو اللہ تعالیٰ

تمہیں معاف کر دے گا۔''

توبہ انسان کے اندر خیر کے موجود ہونے کی نشانی ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ .))

[ترمذی ،حاکم]

''تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہتر خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔''

عذاب سے نجات:

دنیا میں گناہوں کا سرزد ہو جانا بھی حکمت الٰہی ہے۔انسان جب اس گناہ سے توبہ کرتا ہے ،اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کے آنسو بہاتا اور گریہ وزاری کرتا ہے ،اپنے آپ کو ملامت کرتا اور اللہ کی بزرگی اور اس کے غلبہ کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے پر پیار آتا ہے ، اور وہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کو یہ ادا ایسی بھاتی ہے کہ اس پر اتنا پیار آتا ہے، کہ ایک مقام پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہِ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا ، لَذَھَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِکُمْ ، وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ یُّذْنِبُوْنَ ، وَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی فَیَغْفِرُ لَھُمْ .))

[مسلم]

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ! اگر تم بالکل ہی گناہ نہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تم کو اس دنیا سے لے جائے گا ، اور تمہاری جگہ ایسی قوم لے آئے گا، جو گناہ بھی کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس پر معافی بھی مانگیں گے ، اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیں گے۔''

اس سے مراد ہمیں گناہوں کی چھٹی دینا نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ گناہ کرنا اتنا بڑا جرم نہیں، جتنا اس گناہ پر اصرار کرنا ہے۔اور انسان سے بشری تقاضے کے تحت گناہ کا ہونا ایک عام سی چیز ہے۔

صحیح توبہ کرنے والے انسان پر مزید گناہ کے خوف اور اندیشہ کا رہنا اور اس وجہ سے

ہمیشہ سابقہ پر استغفار کرتے رہنا درجات میں بلندی کا باعث ہے، اور اس بات کا حریص ہوتا ہے کہ کسی دوسرے گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

توبہ کے عجیب آثار:

یہ کچھ ایسے آثار ونتائج ہیں جو توبہ کے بغیر کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتے۔ اس سے نہ صرف اللہ اپنے بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں بلکہ لوگوں کے دلوں میں بھی اس کے لیے محبت ڈال دیتے ہیں۔ انسان کے دل میں، اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر کا مادہ؛ خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری، رقت اور لطافت پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے اسے وہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن کا اسے تصور بھی نہیں ہوتا۔ توبہ کی اس برکت اور اس کے اثرات سے اس وقت تک مستفید ہوتا رہتا ہے جب تک وہ توبہ کو توڑ نہ دے، یا اس کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔ دعاؤں کے قبول ہونے میں اور رزق کے دروازے کھلنے میں توبہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

توبہ کا وقت اور اس کی شرائط

نبی اکرم ﷺ کے فرمان ذیشان کے مطابق شب و روز کی تمام گھڑیاں ہی توبہ کرنے والوں کے لیے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے لیے رجوع کا وقت ہے۔ سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا)) [مسلم ۲۷۵۹]

”اللہ تعالیٰ رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا رات کو تائب ہو جائے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو برائی کرنے والا دن کو توبہ کر لے اور یہ سلسلہ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے تک جاری رہے گا۔“

توبہ کے لیے کوئی بھی خاص وقت متعین نہیں ہے۔ جب بھی انسان سے گناہ سرزد ہو جائے اسے چاہیے کہ وہ اس پر توبہ و استغفار کر لے۔ رسول اللہ ﷺ دن میں سو بار استغفار کیا کرتے تھے۔ ایسے ہر نیک عمل کے بعد بھی انسان کو استغفار کرنا چاہیے تاکہ اس عمل کے کما حقہ ادا کرنے میں رہ جانے والی کوتاہی کا ازالہ ہو جائے۔ مگر بعض اوقات پر خصوصاً استغفار کہنا ثابت ہے جیسے فرض نماز کے سلام سے بعد آپ ﷺ تین بار استغفار کیا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات میں استغفار کرنے کی فضیلت خود اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ ان ہی میں ایک وقت سحری کا ہے کیوں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے اور اعلان کرتے ہیں: ”ہے کوئی مانگنے والا جسے عطاؤں سے نواز دوں، اور ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کروں، اور ہے کوئی گناہوں کی بخشش مانگنے والا جس کے گناہ

معاف کردوں۔خوش نصیب ہے وہ انسان جو اس وقت میں اٹھ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے ،اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پالے۔

توبہ کے لیے سب سے بہترین وقت سحری کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت کا نام لے کر اس وقت توبہ کرنے والوں کی اپنی کتاب میں تعریف کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الذاريات : ٦)

''اور وہ لوگ جو سحر کے وقت توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ الصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ (آل عمران ١٦ - ١٧)

''جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم ایمان لے آئے، پس ہمیں ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔''

توبہ کا وقت:

توبہ دو اوقات سے قبل کر لینی چاہیے کیوں کہ ان کے بعد توبہ کی فرصت کی ختم ہو جاتی ہے؛ اب حساب و کتاب کا وقت آ گیا ہے، ان میں ایک وقت تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔ اس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے:

((مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .)) [مسلم]

''جس کسی نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کر لی ، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔''

دوسرا وقت ہر انسان کے ساتھ خاص ہے، یعنی اس کی سانس اکھڑنے سے قبل توبہ کر لینی چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اس کا معاملہ بہت ہی خطرہ میں ہے۔ اس وقت کی بابت حدیث میں ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ .)) [رواہ ترمذی]

''اللہ تعالیٰ بندے کی سانس اکھڑنے تک اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔''

توبہ کی شرائط:

سچی توبہ کی کچھ شرطیں ہیں، جن کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی۔

۱۔ سب سے پہلی اور بنیادی چیز توبہ کی قبولیت کے لیے اسلام ہے۔ کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہو جائے۔ اس کی توبہ ہی اسلام قبول کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا﴾ [النساء: ۱۸]

''اور ایسے لوگوں کی کوئی توبہ نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اُس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت: ﴿بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ﴾ (قیامہ: ٤) ''بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے گناہ اس کے آگے ہوں۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی وہ گناہ تو آگے بھیجتا ہے اور توبہ کرنے میں تاخیر کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ عنقریب توبہ کر لوں گا، یہاں تک کہ انتہائی بری حالت میں اس کی موت آجاتی ہے۔''

۲۔ گناہ کا اعتراف: توبہ اس وقت تک درست نہیں جب تک گناہ کی معرفت نہ ہو اور اس

کا اعتراف نہ کرلیا جائے۔اور اس کے برے انجام کار سے معافی نہ مانگ لی جائے۔

حدیث میں آتا ہے:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .))

[بخاری مع فتح الباری ٤/ ٤٢]

" جب انسان گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔"

۳۔ اخلاص: یعنی صدق دل سے توبہ کی جائے ،صرف زبانی دعویٰ نہ ہو،اور گناہ کو اللہ کی رضا کے لیے اس کے خوف سے ترک کیا جائے۔

۴۔ اقلاع: جس گناہ سے توبہ کی جارہی ہے ، اسے فوراً چھوڑ دیا جائے ، اسی میں لگا نہ رہے۔

۵۔ عدم رجوع: اس بات کا پکا عزم ہو کہ آئندہ کے لیے یہ گناہ دوبارہ نہ کیا جائے گا۔

۶۔ ندامت و پشیمانی: حدیث میں آتا ہے:

((اَلنَّدْمُ التَّوْبَةُ .)) [رواہ احمد و ابن ماجه]

" ندامت ہی اصل توبہ ہے۔"

یعنی انسان گناہ کے ہوجانے پر خوش نہ ہو، بلکہ اس کے دل میں گہری ندامت اور اس بات کا احساس ہو کہ جو گناہ ہوگیا ، اس سے نہیں ہونا چاہیے تھا ، کیوں کہ یہ اللہ کی نافرمانی کا کام ہے۔یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں:

" گناہوں میں بڑھتے ہوئے سب سے بڑا دھوکہ بغیر ندامت کے اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید؛ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر اس کی قربت کی امید؛ اور جہنم کے بیج بو کر جنت کے پھلوں کا انتظار ؛گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار لوگوں کے گھر کی امید؛ بغیر عمل کے اچھے بدلہ کا انتظار؛ اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کے ساتھ ساتھ امید باندھنا ہے۔" [ایقاظ الهمم العالية ١٣٠]

۷۔ ابراء الذمہ: یہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہے، یعنی اگر کسی کا حق مارا ہے، یا کسی پر ظلم کیا ہے تو اسے معاف کروایا جائے، یا وہ حق ادا کیا جائے۔

بعض علماء نے توبہ کے لیے ان کے علاوہ اور کچھ شرطیں ذکر کی ہیں، ان میں:

☆ یہ کہ توبہ قبول ہونے کے زمانہ میں کی جائے، یعنی گناہ سرزد ہونے کے فوراً بعد ہی توبہ کی جائے، اور اس میں تاخیر جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْآنَ﴾ (النساء: ۱۸)

''اور ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں ہے جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ کسی کی موت کا وقت جب قریب ہو جائے تو وہ کہتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں۔''

☆ توبہ کرنے والا گناہ کی قباحت اور توبہ کی لذت کو صحیح طرح سے سمجھے تاکہ آئندہ کے لیے گناہ کا احتمال نہ رہے، اور گزشتہ گناہ سے مسرور نہ ہو۔

☆ توبہ کرنے میں جلدی کرے، بلاوجہ اس میں تاخیر نہ کرے۔

☆ جو لوگ برائی کے کام میں اس کا ساتھ دینے والے ہیں، اگر ان سے توبہ نہیں کروا سکتا تو ان کا ساتھ چھوڑ دے، کہیں ان کی ہم نشینی دوبارہ گناہوں پر نہ لگا دے۔

☆ اپنے پاس موجود حرام کام میں معاون اشیاء کو تلف کر دے۔

☆ صالحین کی صحبت اختیار کرے جو نیکی کے کاموں میں اس کے مددگار ثابت ہوں۔

☆ گناہ کو کبھی بھی حقیر نہ جانے، کیوں کہ اگر صغیرہ گناہ ہی زیادہ ہو گئے تو انسان کو ہلاک کر کے رکھ دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَمُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ ، فَإِنَّمَا مَثَلُ مُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ كَمَثَلِ قَوْمٍ نَزَلُوْا بَطْنَ وَادٍ، فَجَآءَ ذَا بِعَوْدٍ، وَجَاءَ ذَا بِعَوْدٍ، حَتّٰى حَمَلُوْا مَا أَنْضَجُوْا بِهِ خُبْزَهُمْ، وَإِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ، مَتٰى يُؤْخَذْ بِهَا صَاحِبُهَا ، تَهْلِكْهُ.)) [امام احمد، صحيح الجامع ۲۶۸۶]

"اپنے آپ کو گناہ کو حقیر جاننے سے بچاؤ، بے شک صغیرہ گناہوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے ، جو ایک وادی میں اترے، ایک لکڑی یہ لے کر آیا ,ایک لکڑی دوسرا لے کر آیا ، یہاں تک کہ اتنی لکڑیاں جمع ہوگئی جس سے وہ اپنا کھانا تیار کرسکیں۔ اور گناہ کو حقیر جاننے والے کا جب بھی محاسبہ ہوگا، وہ اسے ہلاک کردیں گے۔"

کتنے ہی گناہ ایسے ہیں جنہیں لوگ صغیرہ گمان کرتے ہیں ،مگر عند اللہ وہ کبیرہ ہوتے ہیں؛ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بال کے برابر بھی نہیں، مگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں انہیں ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے تھے۔" [مسند احمد ۳/۳]

☆ ایسے ہی گناہ کے بعد اس کا اعلان کرنا اورلوگوں کو بتانا کہ اس نے یہ گناہ کیا ہے، اللہ کی رحمت کو چیلنج اور مغفرت سے محرومی کا سبب ہے۔

اس کا ایک سبب یہ ہے کہ گناہ میں بے باکی کی وجہ سے لوگ اس گناہ کو معمولی سمجھنے لگتے ہیں ،جس کی وجہ سے عوام میں فحاشی پھیل جاتی ہے۔اللہ جل شانہ فرماتے ہیں :

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (النور: ١٩)

"بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنین میں فحاشی پھیل جائے ، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

ابراہیم بن ادہم کا قصہ:

ابراہیم بن ادہم کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس نے کہا: اے ابواسحاق! (یہ ابراہیم بن ادہم کی کنیت تھی) میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے،اور بہت گناہ کیے ہیں ، مجھے ایسی نصیحت کرو جس سے میرا نفس ان گناہوں سے باز آجائے؛

انہوں نے کہا: اگر تم پانچ کام کر لو تو گناہ تمہیں کوئی نقصان نہیں دیں گے۔ کہنے لگا: بتایئے وہ کون سے امور ہیں؟

فرمایا: ''جب تم اللہ کی نافرمانی کا ارادہ کرو، تو اللہ کا دیا ہوا رزق نہ کھاؤ۔''

پھر میں کہاں سے کھاؤں، زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا رزق ہے؟

فرمایا: ''پھر یہ بات تمہیں اچھی لگتی ہے کہ تم اس کا رزق بھی کھاؤ، اور اس کی نافرمانی بھی کرو؟''

کہنے لگا: نہیں؛ اچھا دوسری بات بتاؤ!

فرمایا: ''جب گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ کے ملک میں نہ رہو۔''

کہنے لگا: یہ تو پہلی شرط سے بھی زیادہ سخت ہے، پھر میں کہاں پر رہوں، مشرق ومغرب میں ساری زمین؛ ملک اور بادشاہی اسی کی ہے؟

فرمایا: ''کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کے ملک میں رہو، اس کا دیا ہوا رزق بھی کھاؤ اور پھر اس کی نافرمانی بھی کرو؟

کہنے لگا: ہرگز نہیں؛ اچھا تیسری بات بتاؤ!۔

فرمایا: ''جب اس کی نافرمانی کا ارادہ ہو، اور تم اس کے ملک میں بھی رہ رہے ہو، اس کا رزق بھی کھا رہے ہو، تو ایسی جگہ دیکھو، جہاں وہ دیکھتا نہ ہو۔''

کہنے لگا: اے ابراہیم! یہ کیسے ممکن ہے، جب کہ وہ پوشیدہ بھید بھی جانتا ہے؟

فرمایا: اے انسان! کیا یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کے ملک میں رہو، اس کا دیا ہوا رزق بھی کھاؤ؛ اور وہ تمہیں دیکھ بھی رہا ہو، اور پھر اس کی نافرمانی میں اتنی بے باکی کرو؟

کہنے لگا: ہرگز نہیں، اچھا چوتھی بات بتاؤ۔

فرمایا: جب ملک الموت تیری روح قبض کرنے کے لیے آجائے، تو اسے کہنا کہ مجھے ذرا سی مہلت دے دے، تاکہ میں توبہ کر کے نیک عمل کر لوں۔

کہنے لگا: وہ تو میری بات نہیں مانے گا۔

فرمایا: اے انسان! جب تم موت کو ٹالنے کی ہمت نہیں رکھتے تاکہ توبہ کرلو، اور جانتے ہو کہ جب موت آگئی تو کوئی مہلت بھی نہیں ملے گی، تو تم اپنی نجات کی امید کس بات پر رکھتے ہو؟

کہنے لگا: اچھا پانچویں بات بتاؤ۔

فرمایا: جب جہنم کے فرشتے آکر تمہیں جہنم کی طرف لے جائیں تو تُو ان کے ساتھ مت جانا۔

کہنے لگا: یہ کیسے ممکن ہے ، وہ نہ ہی مجھے چھوڑیں گے، اور نہ ہی میرا عذر مانیں گے۔

فرمایا: تو پھر کیسے نجات کی امید رکھتا ہے؟

کہتے ہیں اس آدمی نے اسی وقت توبہ کی، اور ساری زندگی ابن ادہم کے ساتھ رہا، یہاں تک کہ اسے موت آگئی۔ (قصص التائبین)

ابوبکر واسطی فرماتے ہیں: ''تین چیزوں کے علاوہ ہر ایک چیز میں تاخیر اچھی ہے:

۱۔ جب نماز کا وقت ہو جائے ،تو جلدی کی جائے۔

۲۔ جنازہ دفن کرنے میں جلدی کی جائے۔

۳۔ گناہ کے بعد توبہ کرنے میں جلدی کی جائے۔

❁❁❁❁

توبہ قبول ہونے کی نشانیاں

۱۔ یہ کہ انسان غیبت، جھوٹ اور فضول باتوں سے اپنی زبان کو روک لے۔
۲۔ کسی کے لیے اپنے دل میں حسد اور عداوت نہ رکھے۔
۳۔ برے دوستوں کی مجلس اور ان کا ساتھ ترک کر دے۔
۴۔ یہ کہ موت کے لیے ہر دم تیار ہو، اپنے گناہوں پر نادم، اور اطاعت کے کاموں میں مشغول ہو۔

☆ مندرجہ ذیل امور توبہ پر قائم رہنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں؛ ان شاء اللہ!

۱۔ پورے اخلاص کے ساتھ توبہ کے بعد فرض نمازوں کو بروقت پابندی کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا۔
۲۔ نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا اور ایسی جگہوں سے دور رہنا جہاں گناہ کے کام ہوتے ہوں۔
۳۔ سنت کی حفاظت کرنا، خاص کر سنت نماز، جیسے فرض نمازوں کے پہلے اور بعد سنت، وتر، اشراق اور چاشت کی نماز، تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد وغیرہ۔ کیوں کہ ان نیکی کے کاموں سے گناہ مٹ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ﴾

(ھود: ١١٤)

"بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں، یہ نصیحت کی بات ہے سمجھداروں کے لیے۔"

۴۔ ہر وقت باوضو رہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔‘‘

۵۔قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے معانی پر غور وفکر۔

٦۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام کرنا۔

۷۔گانے ، ڈھول باجے اور موسیقی سننے سے پرہیز کرنا۔اور گناہ کے آلات وغیرہ کو توڑ دینا۔

۸۔موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنا ، مرنے والوں کے احوال پر غور وفکر کرنا۔اور اس سزا کا تصور قائم کرنا جو اس گناہ پر مقرر ہے۔

۹۔مفید علمی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔

۱۰۔شہوات نفس میں اپنے نفس کو کنٹرول کرنا اور صبر کرنا اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

توبہ اور استغفار میں فرق

استغفار کا معنی ہے: جو گزر گیا ہے اس کے شر سے اور آنے والے گناہ کے خوف سے حفاظت طلب کرنا۔ یعنی سابقہ گناہ کی سزا نہ ملے؛ آئندہ گناہ کی توفیق نہ ہو۔

توبہ کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف کسی گناہ سے اس عزم کے ساتھ رجوع کرنا کہ آئندہ کے لیے یہ گناہ دوبارہ نہیں کیا جائے گا۔ اور مستقبل میں اس گناہ کے شر اور دیگر برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت طلب کرنا۔

ان دونوں میں ایک ایسی نسبت ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے معانی کو شامل اور حاوی ہیں۔ مثلاً: اگر اکیلا لفظ توبہ بولا جائے تو اس سے استغفار بھی مراد ہوتا ہے اور جب اکیلا لفظِ استغفار بولا جائے تو وہ توبہ کو بھی شامل ہے جیسے نوح علیہ السلام کا کہنا:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ (نوح: ١٠)

''میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں پر استغفار کرو؛ وہ یقیناً بڑا ہی بخشنے والا ہے۔''

جب دونوں کو ملا کر بولا جائے، تو ان سے ہر ایک کی مراد علیحدہ ہوگی؛ جیسے ہود علیہ السلام کا قول:

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ (هود: ٢٥)

''اے میری قوم! اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، وہ آسمانوں سے موسلا دھار پانی برسائے گا، اور تمہاری قوتوں کے ساتھ تمہیں اور قوت دے گا، اور مجرمین کی طرح مت لوٹو۔''

پس اکیلا استغفار ہی اصل توبہ ہے۔ کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی طلب

ہے، جس سے مراد اس گناہ اور اس کے اثرات کو ختم کرنا اور ہر قسم کے شر سے انسان کی حفاظت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ استغفار سے مراد گناہوں کا پردہ رکھنا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کا بھی پردہ رکھتے ہیں جن کی مغفرت نہیں کرنی ہوتی اور ان کا بھی پردہ رکھتے ہیں جن کی مغفرت کرنی ہوتی ہے۔ پردہ رکھنا یہ اس کا ایک جز ہے؛ جس سے مراد گناہ کے شر سے حفاظت ہے۔ سو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کے طلب گار کو کبھی عذاب نہیں دیتے۔ وہ انسان جو استغفار بھی کرتا ہے، اور گناہوں پر بھی مصر ہے اس کا یہ استغفار معتبر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں کو عذاب سے نہیں بچایا جائے گا۔ استغفار کرنا توبہ کو متضمن ہے اور توبہ استغفار کو۔ اور ان میں سے ہر ایک کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

❀❀❀❀

لوگ اور توبہ کی اقسام

توبہ کو دوام دینے اس پر قائم رہنے کے لحاظ سے لوگوں کی چار اقسام ہیں:

۱۔ پہلا طبقہ: ان لوگوں کا ہے کہ توبہ کرنے والا آخر عمر تک اپنی توبہ پر کار بند رہتا ہے؛ اور جو کچھ اس سے ہو گیا ہے اس کا تدارک کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اپنے نفس میں کوئی ایسی چیز نہیں لاتا جس کی وجہ سے وہ اس گناہ کا دوبارہ ارتکاب کرے۔ سوائے ان لغزشوں کے جن سے کوئی بھی بشر خالی نہیں ہے۔ یہی توبہ میں استقامت ہے اور ایسی توبہ کرنے والا بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ ایسے انسان کو سابق بالخیرات کہتے ہیں اور ایسی توبہ کو ''توبۃ النصوح'' کہتے ہیں۔ اور یہ نفس ''نفس مطمئنہ'' ہے۔

۲۔ دوسرا طبقہ: ان لوگوں کا ہے کہ توبہ کرنے والا بڑے بڑے امور میں استقامت پر رہا۔ کبیرہ گناہوں سے بھی بچ کر رہا مگر پھر بھی اس سے گناہ صادر ہوتے رہے۔ اگر چہ یہ گناہ عمداً نہیں تھے، مگر حالات کے ہاتھوں بغیر کسی عزم و ارادہ کے اس سے ایسا ہو جاتا رہا۔ اور جب بھی اس سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوا، اس نے اپنے نفس کو ملامت کیا، شرمندہ ہوا، اور آئندہ کے لیے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ دوبارہ ان اسباب کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا جن کی وجہ سے اس گناہ کا ارتکاب ہوا ہے۔ یہ بھی اونچا رتبہ ہے، مگر اس کا مقام پہلے سے کم ہے۔ ان لوگوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے، فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (النجم: ۳۲)

'' وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور فحاشی کے کاموں سے بچتے ہیں، سوائے چھوٹے

گناہ کے بے شک تمہارا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔''

۳۔ تیسرا درجہ: جو توبہ کرتے ہیں اور ایک مدت تو استقامت کے ساتھ رہتے ہیں، مگر پھر بعض گناہوں میں شہوت اس پر غالب آجاتی ہے، اور وہ غلبہ شہوت اور اپنے نفس کی عاجزی کی وجہ سے ان گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے مگر اس کے ساتھ وہ اطاعت کے کام بھی باقاعدگی سے کرتا ہے۔ اور جملہ گناہ قدرت اور شہوت کے باوجود ترک بھی کردیتا ہے۔ بس صرف ایک شہوت یا دو اس پر غالب آتی ہیں۔ وہ یہ چاہتا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس پر غلبہ کی قدرت دے تو وہ اس کو ختم کردے اور اس کے شر سے نجات پالے۔ جب شہوت اور گناہ کا دور ختم ہو جاتا ہے، اسے اپنے کیے پر ندامت ہوتی ہے۔ مگر وہ اس گناہ سے توبہ نہیں کرتا۔ اس نفس کو مسؤلہ، یعنی جواب دہندہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اور ایسے انسان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ: ۱۰۲)

''اور دوسرے کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہیں؛ جنہوں نے ملے جلے عمل کیے، کچھ بھلے اور کچھ بُرے؛ اللہ سے امید ہے کہ ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک وہ بہت مغفرت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔''

اس انسان کا معاملہ اطاعت کے کام باقاعدگی سے کرنے اور ساتھ ساتھ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر رحمت کی امید کے ساتھ معلق ہے چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ (التوبة: ۱۰۲)

''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے۔''

لیکن توبہ میں تاخیر کی وجہ سے اس کی عاقبت خطرہ میں ہے کیوں کہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ شاید توبہ کا موقع ملنے سے قبل اسے اس دنیا سے اٹھالیا جائے۔ اللہ کے ہاں تو اعتبار آخری عمل کا ہوتا ہے۔

۴۔ چوتھا طبقہ: وہ لوگ ہیں جو توبہ کرتے ہیں اور تھوڑا عرصہ اس توبہ پر قائم رہتے ہیں، اور پھر گناہوں میں ایسے مگن ہو جاتے ہیں کہ توبہ کا خیال ہی نہیں رہتا۔ اور نہ ہی اپنے کیے پر کسی قسم کا افسوس ہوتا ہے۔ یہ وہ انسان ہے جو اپنے گناہ پر مصر ہے اور اس نفس کو "امارۃ بالسوء" ''برائی کا حکم دینے والا نفس'' کا نام دیا گیا ہے۔ ایسے نفس کے برے خاتمہ کا خوف رہتا ہے۔[منہاج ۳۱۰]

کفارہ اور گناہ کی بخشش میں فرق

اللہ تعالیٰ مومنین کی دعا نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾

(آل عمران: ۱۹۳)

"اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان لانے کے لیے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ؛ سو ہم ایمان لے آئے؛ پس ہمارے گناہ معاف کردے؛ اور ہماری خطائیں ہم سے دور کردے؛ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دینا۔"

اس آیت میں چار اہم چیزیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔ گناہ (ذنوب) ۲۔ خطائیں (سیئات)

۳۔ مغفرت (بخشش) ۴۔ تکفیر (ازالہ کرنا؛ دور کرنا)

ذنوب سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔ اور سیئات سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔

ہر صغیرہ گناہ کا ازالہ توبہ اور نیک اعمال سے ہوجاتا ہے کیوں کہ نیک اعمال برائی کے اثرات کو ختم کردیتے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ﴾ (هود: ۱۱٤)

"نماز قائم کیجئے دن کے اطراف پر، اور رات کے ایک حصہ میں، بے شک بھلائیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت چاہنے والوں کے لیے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرَ.)) [مسلم]

''پانچ نمازیں، اور جمعہ سے جمعہ، اس کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے، جب تک کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے گا۔''

اور فرمایا:

((اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ.)) [متفق عليه]

''ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ اس کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے، اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

یہ وہ گناہ ہیں جن میں شریعت نے کفارہ یا اس طرح کا کوئی امر مقرر نہیں کیا ہے۔ جو ستر؛ پردہ پوشی اور ازالہ کے معانی کو متضمن ہے۔

ذنـــوب :...... ان سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔ جن کی مغفرت سچی توبہ سے ہی ممکن ہے۔ اگر چہ توبہ واستغفار دونوں ایک دوسرے کے معانی پر مشتمل ہیں؛ اور نیکیاں برائی کو ختم کرتی ہیں، تاہم کبیرہ گناہ کے لیے توبہ بھی اتنے اخلاص، ندامت اور صدق کے ساتھ ہو، اور نیک اعمال بھی ایسے ہم پلہ اور اتنے بڑے ہوں جو ان گناہوں کے اثرات کو ختم کرسکیں۔

توبہ میں ہونے والی غلطیاں

بہت سی ایسی غلطیاں ہیں جو توبہ کرنے والے سے ہوگزرتی ہیں۔ اس کا اصل سبب توبہ کے صحیح مفہوم سے جہالت اور عدم معرفت ہے۔ یا پھر توبہ سے متعلق امور میں افراط وتفریط کا شکار ہو جانا ہے۔ ان غلطیوں میں سے چند کی نشان دہی کی جاتی ہے:

ا۔ تاخیر:

کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو غلطی کو جانتے ہیں، اور انہیں اس کا احساس بھی ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ توبہ کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔ بعض تو اس کے لیے مناسب وقت کا بہانہ تلاش کرتے ہیں، اور بعض زندگی کے کسی اور موڑ پر توبہ کرنے کا بہانہ اور خوش فہمی رکھتے ہیں۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کی وعید سے بالکل غافل ہیں، اور کسی کو کوئی پتہ نہیں کہ زندگی کی گاڑی کس موقع پر بند ہو جائے؛ اور پھر کوئی بہانہ اور عذر کام نہ آئے اور یہی گناہوں کا بوجھ لیے انسان اللہ کے سامنے پیش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (نوح: ٤)

”وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور (موت کے) وقت مقرر تک تم کو مہلت عطا کرے گا جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں دی جاتی؛ کاش! تم جانتے ہوتے۔“

یا پھر وہ گناہوں میں اس قدر مبتلا ہو جائے کہ اس کے لیے توفیق توبہ کے دروازے بند ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان ایک گناہ کرتا ہے، اس کے دل میں ایک کالا نقطہ پڑ جاتا ہے، اگر اس نے توبہ واستغفار کی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، تو

اسے صاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر اس نے دوبارہ گناہ کا ارتکاب کیا، تو سیاہی میں اور زیادتی کر دی جاتی ہے، یہی وہ زنگ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

﴿كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

(المطففين: ١٤، احمد، ترمذي]

''یوں ہی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔''

۲۔ غفلت:

یعنی ایسے گناہوں سے غفلت جو اس کے تصور میں گناہ ہی نہیں۔ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری آنکھوں میں بال کے برابر نہیں، مگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں انہیں ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے تھے۔'' [مسند احمد ۳/۳]

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو ایسے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں، یا گناہ سمجھتے ہیں، مگر دوسرے کئی گناہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ایسے ہی باقی رہتے ہیں۔ اور ایسے گناہوں سے اس وقت تک نجات ممکن نہیں جب تک انسان عام توبہ نہ کر لے۔ کیوں کہ ایسے گناہ بالخصوص ہمارے اس دورِ جہالت میں جنہیں ہم جانتے ہیں، وہ بہت کم ہیں، اور جنہیں ہم نہیں جانتے، یا گناہ سمجھتے ہی نہیں، اور وہ عند اللہ گناہ کے کام ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ؟ قَالَ: قُلْنَا بَلَىٰ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ اَلشِّرْكُ الْخَفِيُّ...... .)) [ابن ماجه، كتاب الزهد]

''کیا میں تمہیں اس چیز کے متعلق نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تم پر مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ کہتے ہیں: ہم نے کہا: یارسول اللہ! ضرور بتائیں۔ فرمایا: ''وہ شرک خفی ہے......''

اور فرمایا:

''اس امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس سے نجات کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: کہو:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ شَيْئاً وَأَنَا أَعْلَمُهُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ .)) [الأدب المفرد ، مسند أبو يعلى]

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں اور میں وہ جانتا ہوں، اور اس پر استغفار کرتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔''

اور خود رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں یوں دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي ، إِنَّكَ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ .)) [متفق عليه]

''اے اللہ! مجھے معاف کر دے، جو میں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے رکھا، اور جو میں نے اعلانیہ کیا اور جو پوشیدہ کیا، اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، بے شک تو ہی پہلے ہے اور تو ہی بعد میں ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔''

۳۔ توبہ توڑنے کے خوف سے، توبہ ہی نہ کرنا:

کئی لوگ ایسے ہیں جو توبہ کرنا چاہتے ہیں مگر دوبارہ اسی گناہ کے سرزد ہو جانے اور توبہ ٹوٹنے کے خوف سے ایسا نہیں کرتے۔ یہ بھی ایک خطرناک اور عدم فہم پر مبنی غلطی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کسی انسان نے گناہ کیا، اور وہ کہتا ہے: اے اللہ! میرے گناہ کو معاف کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے گناہ کیا، اور وہ جانتا ہے کہ میرا رب جو گناہ کو معاف کرتا ہے، اور اس پر پکڑتا بھی ہے۔ پھر وہ دوبارہ وہی گناہ کرتا ہے، اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ کو معاف کر دے۔ تو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے گناہ کیا، اور وہ جانتا ہے کہ میرا رب جو گناہ کو معاف کرتا ہے، اور اس پر پکڑتا بھی ہے۔ پھر وہ دوبارہ وہی گناہ کرتا ہے، اور وہ کہتا ہے: اے اللہ! میرے گناہ کو معاف کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے گناہ کیا، اور وہ جانتا ہے کہ میرا رب جو گناہ کو معاف کرتا ہے، اور اس پر پکڑتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو چاہو سو کرو میں نے تمہیں معاف کیا۔'' [مسلم ح ۲۷۵۸]

اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک انسان سے گناہ صادر ہوتا رہے تو وہ اس سے توبہ کرتا رہے، ایسا نہ ہو کہ گناہ واقع ہوتے رہیں اور وہ توبہ میں تاخیر کرتا رہے، اور دل پر اتنا زنگ لگ جائے کہ توبہ کی توفیق ہی نصیب نہ ہو۔

۴۔ خوف سے توبہ نہ کرنا:

ایسے بھی لوگ ہیں جن کے جی میں توبہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ اس توبہ کے بعد راہ مستقیم پر ثابت قدم رہیں مگر وہ بعض لوگوں کی باتیں بنانے اور نکتہ چینی کرنے سے ڈرتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا ہوتا بھی ہے کہ کل کا گنہگار جب توبہ کر لیتا ہے، اور راہ مستقیم پر چلتا ہے تو اس کے سابقہ ہم نشین اس کا مذاق اڑاتے اور اس پر پھبتیاں کستے ہیں۔ سو یہی خوف بعض لوگوں کو توبہ سے روک رکھتا ہے لیکن اگر یہ انسان اسی چیز کو ایک دوسرے پہلو سے دیکھے کہ وہ اللہ کے خوف کو تمام لوگوں کے خوف پر ترجیح دے رہا ہے، اور اس کی رضا کے لیے سب کی باتیں اور نشتر برداشت کرتا اور ان تمام باتوں پر صبر بھی فقط اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے تو ایسے انسان کو نہ صرف توبہ کرنے کا اجر ملتا ہے، بلکہ اللہ کے ہاں اس کا مقام بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے، جو لوگوں کی باتوں پر صبر کرتا، اور رب کی رضا کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور اس میدان میں جتنا زیادہ صبر اور حوصلہ رکھے گا اللہ کے ہاں سے اس کے لیے اتنا ہی اجر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: ۱۰)

”بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔“

۵۔ جاہ و منصب کا خوف:

پہلا رخ: بعض بڑے گنہگار، یا صاحب مقام لوگ گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، اور انہیں احساس ہوتا ہے کہ وہ غلط کام کر رہے ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی یہ خوف بھی سوار رہتا ہے کہ اگر اس نے توبہ کی اور ان کاموں کو چھوڑ دیا تو مجھ سے میرا یہ مقام و مرتبہ چھن جائے گا۔ ایسے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے انجام پر ایک نظر دوڑائے۔ آخر کار یہ ساری منزلت اور مال و دولت ختم ہونے والے ہیں؛ اور اس نے صرف اکیلے ہی اپنے رب کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اس وقت اسے نہ یہ مقام و منزلت کام آئے گا اور نہ ہی کوئی دوست اور کارندہ، اور نہ ہی مال و دولت۔

دوسرا رخ : اب یہی انسان اگر ایک مومن کامل ہونے کی حیثیت سے احادیث رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے جان لے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو کوئی اللہ کی رضا کے لیے کسی چیز کو چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہتر بدلہ عطا فرماتے ہیں۔“ [رواہ أحمد بسند صحیح]

اور کیا وہ اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اگر وہ کل برے لوگوں میں ایک مقام رکھتا تھا تو آج توبہ کر کے اللہ والوں میں ایک مقام پیدا کر لے، جو اس کی دنیا اور آخرت کے لیے مفید ہو سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا .)) [بخاری]

”تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔“

تیسرا رخ: انسان کی عظمت اور شان اور بلند ہمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے نفس کی مخالفت کرے، اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کی تلاش میں رہے، اگر یہ اس کا طریقہ کار

درست اور فطرت کے مطابق ہے ،تو ایسا انسان اللہ کے ہاں بلند مقام رکھتا ہے ،اور یہی تقویٰ کا مفہوم ہے۔اور اگر یہ امور نفس کی فطری پکار کی مخالفت پر مبنی ہیں، اور ان میں غلط طریقہ کار استعمال کیا جارہا ہے تو یہ وہی حیوانیت ہے جس کی اصلاح کے لیے کوشش کرنی ہے ،اپنی منزل اور راہ کا تعین کیجیے۔

چوتھا رخ : تاریخ میں ایسے واقعات کی کمی نہیں ہے کہ کسی بڑے آدمی کی اصلاح اور توبہ کئی ایک لوگوں کی ہدایت اور نجات کا سبب بن جاتی ہے ،اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان سچ ثابت ہوتا ہے جس میں آپ نے اللہ کی رضا کے لیے کسی چیز کے چھوڑنے پر اس سے بہتر ملنے کا کہا ہے۔"

٦۔ رحمت کا غلط مفہوم:

بعض مرتبہ انسان گناہ میں سرکشی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کا غلط اور خود ساختہ مفہوم پیش کرتا ہے۔اگر ایسا کرنے سے منع کیا جائے تو کہتا ہے، چھوڑو یار ! یہ مولویانہ باتیں ہیں،اللہ بڑا ہی غفور ورحیم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا یہ کہنا بالکل سو فیصد درست ہے، مگر اس کا استدلال سو فیصد غلط اور حماقت پر مبنی ہے۔اللہ کی رحمت ان کے قریب ہے، جو اس کی رحمت کے متلاشی ہوں ،اور جو اس کے غضب کو دعوت دیں ان کے لیے وہی ہے جس کے لیے وہ اسباب مہیا کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ﴾ (الحجر: ٤٩۔٥٠)

"میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں بڑا ہی غفور رحیم ہوں،اور یہ کہ میرا عذاب بھی بہت سخت عذاب ہے۔"

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہیے؛ رحمت اور مغفرت کی امید کے ساتھ نجات کے اسباب بھی ہونے چاہئیں۔ اگر انسان مکمل طور پر اپنی ہلاکت کے سامان کر رہا ہو، اور امید رحمت کی لگائے رکھے تو اس آدمی کی عقل کو داد دینی چاہیے۔

۷۔ ڈھیل سے دھوکہ:

بہت سے لوگ گناہ پر گناہ کرتے جاتے ہیں، جب انہیں نصیحت کی جائے اور انجام بد سے ڈرایا جائے تو کہتے ہیں: دیکھو دنیا میں کیا کچھ نہیں ہو رہا، اور ہر طرح کے گناہ سے زمین بھری پڑی ہے۔ ہمارے گناہ کسی بھی طرح ان کفار اور ظالموں کے گناہوں سے زیادہ نہیں ہیں، مگر آج تک اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی عذاب نہیں دیا بلکہ وہ ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اس جہالت سے توبہ کریں، انہیں اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ کار سے معرفت حاصل ہونی چاہیے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ دنیا ہر انسان کو عنایت کرتے ہیں، خواہ وہ انسان اللہ کے ہاں پسندیدہ ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ یہ لوگ دنیا ہی کے مزے لے سکتے ہیں، آخرت میں ان لوگوں کا کوئی حصہ نہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق کسی بھی وقت عذاب میں پکڑ سکتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ (هود: ۱۰۲)

''اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے بے شک اس کی پکڑ دُکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔''

ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، تاکہ سمجھ دار لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہو سکے اور وہ اپنی اصلاح کر سکیں۔ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنَاهُمْ بِالْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ٥ فَلَوْلَا اِذْ جَاءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ٥ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (الانعام: ۴۲-۴۵)

'' اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف پیغمبر بھیجے، پھر (اُن کی نافرمانیوں کے سبب) ہم انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے تاکہ عاجزی کریں۔ سو جب اُن پر ہمارا عذاب آتا رہا تو کیوں نہیں عاجزی کرتے رہے مگر اُن کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے اور جو وہ کام کرتے تھے شیطان اُن کو (ان کی نظروں میں) آراستہ کر دکھاتا تھا، پھر جب انہوں نے اُس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب اُن چیزوں سے جو انھیں دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو ہم نے اُن کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔ غرض! ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔''

۸۔ اللہ کی رحمت سے ناامیدی:

بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے جب گناہ سرزد ہو جاتا ہے، یا جب وہ توبہ توڑ دیتے ہیں، اور ایک ہی قسم کے گناہ کا ارتکاب کئی بار ہو جاتا ہے تو پھر وہ توبہ کے قبول ہونے سے مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ بدبختی کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھ دیا ہے جس سے کسی بھی طرح چھٹکارا ممکن نہیں۔ سو وہ ویسے ہی گناہ میں لگے رہتے ہیں۔ یہ نظریہ اور تصور رکھنا خود ایک اور گناہ ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ (الزمر: ۵۳-۵۴)

'' (اے پیغمبر! میری طرف سے) کہہ دو: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو

بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ واقع ہو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ، پھر تم کو مدد نہیں ملے گی۔''

اس سے پہلے کہ ناگہاں عذاب آ جائے اور کسی کو خبر بھی نہ ہو؛ اور اس وقت کوئی جی کہنے لگے کہ: ہائے! اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کیا، اور پھر اس وقت کا افسوس اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا؛ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اسماء وصفات اور اس کی وسعتِ رحمت کی معرفت حاصل کرے جس میں اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے راز مضمر ہیں۔

۹۔ تقدیر کی حجت:

بعض لوگ گناہ کے واقع ہو جانے پر یہ کہہ کر خود کو جھوٹی تسلی دیتے ہیں کہ اس کے نصیب میں ایسے لکھا ہوا تھا، نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ جب اللہ چاہے گا پڑھ لیں گے۔ توبہ کیوں نہیں کرتے؟ جب اللہ چاہے گا تو توبہ بھی کرلیں گے۔ اس طرح کے یہ وہ سوال جواب ہیں جو گناہ پر مسئلہ تقدیر سے احتجاج کرنے والے بھائیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا کہنا اور یہ تصور رکھنا بذاتِ خود ایک غلطی ہے؛ جس کی اصلاح اور درستگی کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ تقدیر پر ایمان انسان کو اس چیز سے نہیں روکتا کہ وہ واجبات ادا کرے، یا محرمات کا ارتکاب کرنے پر مجبور بھی نہیں کرتا۔ ان معاملات میں تقدیر سے احتجاج کرنا خود اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ ہے۔ کیوں کہ ایسا کرنے والے کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس پر اتمام حجت اور اصلاح کا موقع نہ دیتے تو آخرت سے پہلے ہی اس کے گناہوں پر اس دنیا میں اسے عذاب دیا جاتا۔ اور دنیا اور آخرت میں اسے ایسا کرنے پر کوئی ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ نہ ہوتی بلکہ معاملہ اتنی حد تک تو سب کے سامنے ہے کہ دنیا میں مجرم کو اس خطہ ارضی کے قانون کے مطابق سزا دی جاتی ہے جہاں وہ قیام پذیر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تقدیر کا احتجاج کرتے ہوئے جو چاہتا قتل کرتا، اور جو

چاہتا وہ لوگوں کا مال غصب کر لیتا، اور جو چاہتا وہ زنا کرتا، اور ان سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوتی۔ اور اگر اس انسان پر کوئی دیگر انسان ظلم کر لے تو اسے اس پر دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔ جب کہ معاملہ سرے سے الٹ ہے۔ ہر کوئی اپنے حق کا طلب گار ہوتا ہے؛ اور اسے چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتا۔ جب آپس میں یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات کا بہت زیادہ حقدار ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے اور توبہ اس کے حقوق میں سے ہے۔

۱۰۔ جھوٹی توبہ:

یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں کو وقتی طور کسی مرض یا دیگر وجہ سے، یا کسی خوف اور لالچ کی بنا پر چھوڑ دیتے ہیں؛ حقیقت میں یہ صدق دل سے توبہ کرتے ہی نہیں، جب بھی انہیں موقع اور فرصت ملے تو گناہ کرنے پر اتر آتے ہیں۔ اس میں وہ لوگ داخل نہیں جنہوں نے صدق دل سے توبہ کی، مگر پھر کسی موقع پر انسان خواہش نفس کے ہاتھوں شیطان کے بہکانے پر اس گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس پر شرمندہ ہو کر توبہ میں لگ جاتا ہے۔ اس کی پرکھ انسان خود کر سکتا ہے، وہ اپنے دل سے پوچھے کہ اس نے صدق دل سے توبہ کی ہے یا اس میں کوئی خلل ہے؟

❁❁❁❁

توبہ کی اقسام

توبہ سے متعلق بعض ایسی چیزیں اور مسائل ہیں جن کے بارے میں عوام کو آگاہ کرنا ضروری ہے تاکہ وہ معاملہ کو درست طور پر سمجھ سکیں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ توبہ کی بھی اقسام ہیں جن کا خیال رکھا جانا ضروری ہے، ان میں سے:

ا۔ واجب توبہ:

حرام کام کے ارتکاب اور فرض کے رہ جانے پر توبہ کرنا انسان پر واجب ہو جاتا ہے، اور اس میں کسی قسم کی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

(النور: ۳۱)

''اور اے مومنو! اللہ کی بارگاہ میں سب توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((يَآ أَيُّهَا النَّاسُ! تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ ؛ فَإِنِّي أَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ .)) [بخاری]

''اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو؛ بے شک میں ایک دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بات پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ مومنین پر توبہ کرنا فرض ہے۔''

[الجامع لأحکام القرآن ۵/ ۱۹۰]

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ توبہ کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ گناہ مہلک اور اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں ، پس ان سے فوراً نجات حاصل کرنی چاہیے۔'' [منهاج القاصدين ٢٥١]

۲۔ مستحب توبہ:

یہ ان لوگوں کی توبہ ہے جو مستحب اعمال ترک کردیں ، یا ان سے مکروہات کا ارتکاب ہو جائے۔ جو شخص صرف واجب توبہ ہی کرے وہ میانہ رو نیک لوگوں میں سے ہے۔ اور جو آدمی دونوں قسم کی توبہ بجالائے وہ سابقین مقربین میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ o اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ o فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ﴾

(الواقعة : ١٠۔ ١٢)

''سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں، اور وہی لوگ مقربین ہیں جو نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔''

۳۔ پکی توبہ:

سچی اور خالص توبہ کا نام ''توبة النصوح'' ہے،یعنی ایسی توبہ جس کے بعد دوبارہ گناہ کرنے کا ارادہ یا امید نہ ہو، اور یہی مطلوب ہے ، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾

(التحريم: ٨)

''اے اہل ایمان! اللہ کے ہاں پکی توبہ کرو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے،اور تمہیں اس جنت میں داخل کردے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔''

ایسی خالص اور سچی توبہ کہ جیسے دودھ دھو لینے کے بعد تھن میں واپس نہیں جاتا ؛ ایسے ہی

سچی توبہ کرنے والا دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ ماضی پر ندامت؛ مستقبل میں اللہ تعالیٰ سے رحمت اور بخشش کا سوال اور کسی قسم کے شک وشبہ سے پاک توبہ کا نام ''توبۃ النصوح'' ہے۔ شک وشبہ سے مراد یہ کہ توبہ کرنے والے کو اللہ کی مغفرت اور دعا اور توبہ کی قبولیت پر کامل یقین ہو، ایسا نہ ہو کہ توبہ بھی کرے اور ساتھ کہے: پتہ نہیں اللہ تعالیٰ معاف بھی کرے گا یا نہیں اور پتہ نہیں ہماری دعا قبول بھی ہوگی یا نہیں، پتہ نہیں اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یعنی مایوسی اور ناامیدی کی باتوں سے بچتے ہوئے یقین اور جزم کے ساتھ توبہ کرے۔

۴۔ حقوق کی ادائیگی اور مظالم سے نجات:

توبہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں بھی ہوتی ہے اور بندوں کے حقوق میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں تو توبہ کے لیے برے کام کا چھوڑ دینا اور نیک کام کو اپنا لینا ہی کافی ہے؛ سوائے ان چیزوں کے جن میں شریعت نے کفارہ اور قضا بھی رکھی ہے مگر بندوں کے حق میں توبہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان ان مظالم کا بھی ازالہ کرے جو اس نے کیے ہیں۔ لوگوں کا حق ان کو ادا کرے۔ ورنہ اس گناہ کے اثرات سے اسے نجات حاصل نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جس نے اپنے بھائی پر اس کے مال یا عزت میں کوئی ظلم کیا ہو، اسے چاہیے کہ آج ہی اس سے نجات حاصل کرلے، اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ کوئی دینار ہوگا اور نہ ہی درہم ہوگا؛ یا تو اس کے پاس نیکیاں ہوں گی یا پھر برائیاں ہوں گی۔'' [بخاری: ۲۴۴۹]

اگر کوئی انسان کوشش کرنے کے باوجود اس بات پر قادر نہیں ہوسکتا کہ لوگوں کا حق ادا کرے، مثلاً: جن پر ظلم کیا ہے وہ کہیں دوسری جگہ چلے گئے ہیں، یا پھر مظلوم مر چکا ہے، یا اس طرح کی کوئی بھی صورتحال ہے، تو وہ دیکھے: اگر یہ حقوق مالی معاملات ہیں تو اس آدمی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر دیگر معاملہ ہے تو اس کے لیے استغفار کرے، اللہ کی رحمت وسیع ہے، معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔

توبہ قبول ہونے کی دوصورتیں:

۱۔ ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے پر اتنا عظیم ثواب عطا فرمائیں جیسا کہ نیک اعمال کے بجالانے سے مقصود ہوتا ہے۔

۲۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ کرنے پر گناہ معاف کردیں اور اس کے برے اثرات کو زائل کردیں۔

❁❁❁❁

تقویٰ کی حقیقت

لغت میں تقویٰ کا معنی ہے ''خوب بچاؤ کرنا۔''

[کشاف ۱/۱۹۔ لسان العرب ۳/۹۷۱]

شرعی لحاظ سے تقویٰ کے معانی علمائے کرام نے مختلف بیان کیے ہیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے معنی دریافت کیے تو انہوں نے کہا: ''کیا آپ کبھی خاردار راستہ پر چلے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ انہوں نے دریافت کیا: تو آپ نے کیا کیا؟ فرمایا: میں آستین چڑھا لیتا ہوں اور محتاط ہو جاتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔ [قرطبی ۱/ ۱٦۱]

☆ امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقویٰ یہ ہے کہ انسان جس چیز سے ڈرتا ہو، اس کے اور اپنے درمیان ایسی ڈھال بنائے جس سے وہ خود کو بچائے۔''

☆ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متقین کا ہمیشہ یہ حال رہا ہے کہ انہوں نے بہت سی حلال چیزوں کو حرام کے شبہ کی بنا پر چھوڑ دیا۔''

☆ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متقین کا نام متقی اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ انہوں نے ان چیزوں کو بھی چھوڑ دیا تھا جن سے لوگ احتراز نہیں کرتے تھے۔''

☆ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کرنا، اور اس کی ناراضی سے بچنا۔''

[تحریر الفاظ التنبیه ص ۳۲۲]

☆ امام ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ایک انسان ایک سو چیزوں سے اجتناب کرتا ہو، اور صرف ایک چیز سے پرہیز نہ کرے، اسے متقی نہیں کہہ سکتے۔'' [الدر المنثور للسیوطی ۱/ ۱۲۲]

☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''متقی وہ ہے جو شرک، کبیرہ گناہوں اور فحاشی کے کاموں سے اجتناب کرتا ہے۔''

☆ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''تقویٰ کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی سے بھی بہتر نہ سمجھے۔''

☆ طلق بن حبیب رحمہ اللہ سے کہا گیا:

''تقویٰ کی اجمالی تعریف بیان کریں؟

فرمایا: ''تقویٰ اس عمل کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بصیرت کی روشنی میں اللہ کی رضامندی کے لیے اس سے ثواب کی نیت پر کیا جائے۔ اور اس کی رضا مندی کے لیے؛ اس کی بصیرت کی روشنی میں اس کے عقاب کے خوف سے اس کی نافرمانی کو ترک کیا جائے۔'' [جواهر الحسان للثعالبی ۱/ ۶۸]

☆ امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقویٰ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے اور تقویٰ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اس کی عقوبت سے بچنا ہے۔''

☆ شیخ ابن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقویٰ اوامر کو بجا لانا، کبائر میں سے منہیات سے اجتناب کرنا، اور ظاہری اور باطنی طور پر صغائر کے ارتکاب میں لاپرواہی نہ کرنا ہے۔ یعنی ہر اس کام سے بچنا ہے جس کا کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور سزا کا سبب بنے۔''

[التحریر والتنویر ۱/ ۲۲۶]

تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس بلند شان کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً حَكِيْماً﴾ (الاحزاب : ۱)

''اے پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہانہ ماننا، بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

تقویٰ ہی ایسی چیز ہے جو توحید کی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکز ومحور اور روحانیت کی اصل اور نچوڑ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کی امتوں کو بھی اسی طرح تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيّاً حَمِيْداً﴾ (النساء: ۱۳۱)

''اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اُن کو بھی اور آپ کو بھی ہم نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم کفر کرو گے تو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بے پروا اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔''

مقام نبوت کے حاملین جیسے عالی سیرت لوگ بھی اس تقویٰ کے اولین مخاطب رہے۔ جتنی بڑی ان کی ذمہ داری تھی، اور جتنی بلند ان کی سیرت تھی اسی قدر انہیں بھی بھرپور طریقے سے تقویٰ پر کاربند رہنے کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾

(المومنون: ۵۱-۵۲)

''اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے واقف ہوں اور یہ تمہاری جماعت (حقیقت میں) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو مجھ سے ڈرو۔''

جب امت محمد ﷺ کی باری آئی تو یہی باران کے کندھوں پر بھی ڈالا گیا۔ اور انہیں بھی اس کا مکلّف ٹھہرایا گیا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اپنے اعمال کو بہترین صورت میں اپنے کل کے لیے بھیجیں فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الحشر: ۱۸)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔''

چونکہ اسلام ایک عالمی دین ہے، جو تمام کائنات کے لوگوں کی بھلائی چاہتا ہے، اس لیے کئی ایک مواقع پر تمام لوگوں کو مخاطب کر کے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا تا کہ سنبھلنے والے سنبھل جائیں، اور منکرین پر حجت قائم ہو جائے۔ فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرہ: ۲۱)

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم (اس کے عذاب سے) بچ جاؤ۔''

آنحضرت ﷺ کی جملہ تعلیمات میں سے یہ بھی ہے:

((اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ ، وَأَتْبِعِ الْحَسَنَةَ السَّيِّئَةَ تَمْحُها ، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ .))

[ترمذی، امام البانی نے صحیح کہا ہے۔ حدیث نمبر ۲۰۵۳]

"تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور برائی کے بعد نیکی کر کے اس کو مٹا دو اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔"

اور فرمایا:

((اِتَّقِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ ، وَخُذْ مَا تَعْرِفُ، وَدَعْ مَا تُنْكِرُ.))

[مسند احمد ٦٥٠٨ ۔ شعیب ارناؤط نے اسے صحیح کہا ہے۔]

"اللہ سے ڈرو، معروف کو بجالاؤ، اور منکر کو چھوڑ دو۔"

تقویٰ کی بنیاد شرک سے بچنا ہے۔ اور اس کے بعد نافرمانی اور چھوٹے گناہوں سے بچنا ہے۔، اور اس کے بعد شبہ والی چیزوں سے اجتناب، اور اس کے بعد فاضل چیزوں کا ترک کر دینا تقویٰ کا مقام ہے۔ تقویٰ پر تین باتوں سے دلالت کی جاسکتی ہے:

۱۔ جس چیز کو پا نہیں سکا، اس کے متعلق اللہ تعالی پر حسن توکل۔

۲۔ اور جو چیز مل گئی ہے اس پر حسن رضا مندی۔

۳۔ اور جو گزر چکا ہے اس پر اچھا صبر۔

☆ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ﴾ (آل عمران ١٠٢) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے ، اور اسے یاد رکھا جائے بھلایا نہ جائے۔ اور اس کا شکر ادا کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے۔"

❁❁❁❁

تقویٰ کی اہمیت اور ثمرات

جب انسان کسی عظیم مقصود کی تلاش میں ہوتا ہے تو اس خواب کے شرمندہ تعبیر ہونے کے لیے انتہائی احتیاط اور محنت سے کام لیتا ہے۔ایک اچھا اور ماہر آدمی جیسے بتاتا ہے ویسے کرتا ہے اور جس چیز سے منع کیا جاتا ہے اس سے رک جاتا ہے۔ مثلاً : اگر شوگر کے مریض کو صحت چاہیے ؛ اگر اس سے کہا جائے کہ اگر وہ بیماری سے نجات کا خواہش مند ہے تو اسے روزانہ ورزش کرنا ہوگی ،اور فلاں فلاں چیز کھانے سے پرہیز کرنا ہوگا۔وہ ہر ممکن کوشش کر کے ان ہدایات پر عمل کرتا ہے کیوں کہ اسے یقین ہے کہ اس کا ڈاکٹر بہت ہی اچھا ہے،اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے سے اس کی صحت یقینی ہے۔ یہ تو ایک چھوٹے سے معاملہ کی مثال ہے۔پھر اس سے بڑے اور اہم ترین مسائل میں کیا حال ہوگا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی جنت کا خواہش مند ، اور گناہوں کی بیماریوں سے نجات کا طلب گار ہو ؛ تو پھر اسے کتنی ہی احتیاط کرنی ہوگی۔احتیاط کی یہ جملہ صورتیں تقویٰ کہلاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران : ١٣٣)

”اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف جلدی کرو، وہ جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے،اسے متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی آیات میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اور تقویٰ کے ثمرات بیان کیے ہیں ،اور وہ راہیں بتائی ہیں جن پر چل کر انسان تقویٰ اختیار کرسکتا ہے۔ اور تقویٰ کی عظیم الشان منزلت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنا خطبہ تقویٰ کے حکم والی آیات سے شروع کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ کے بعد خطیبوں اور واعظوں کا بھی یہی طرز عمل رہا ہے۔

اس کی انتہائی اہمیت کی وجہ سے اپنے نبی کو بھی تقویٰ اختیار کا حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ ﴾

(الاحزاب : ۱)

''اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کافروں کی پیروی نہ کرو۔''

تقویٰ کی اتنی بڑی اہمیت اور اللہ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہے کہ جیسے توحید کی دعوت کو پھیلانا بڑا مشکل کام تھا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انتہائی صابر، بہادر، پاک دامن، عفو و درگزر کے پیکر لوگوں کا انتخاب کیا، ایسے ہی لوگوں کو تقویٰ کی دعوت دینے کے لیے نبوت کے حاملین عالی مقام لوگوں کا انتخاب کیا، اور فرمایا:

﴿ يُنَزِّلُ الْمَلَآئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴾ (النحل : ۲)

''وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) بتا دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی سے ڈرو۔''

☆ منزل خواہ دنیا کی حاصل کرنا ہو یا آخرت کی؛ اللہ نے تقویٰ کو انسان کے لیے بہترین زادِ راہ قرار دیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ﴾

(البقرہ : ۱۹۷)

''زاد راہ اختیار کرو، سب سے بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اے عقل مند لوگو! مجھ سے ہی ڈرو۔''

☆ چونکہ تقویٰ کئی ایک عادت کی چیزوں کو چھوڑنے اور راہ حق اختیار کرنے کا نام ہے، اس لیے اس کی دعوت بھی توحید کی دعوت کی طرح چبھتی ہے؛ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان متکبر لوگوں کی مذمت کی ہے جو نصیحت اور تقویٰ اختیار کرنے کی بات قبول نہیں کرتے،

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرہ: ٢٠٦)

''جب اس سے کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈر، اس گناہ کے ساتھ عزت مانع آجاتی ہے، اس کے لیے جہنم ہی کافی ہے، اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔''

☆ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو لوگوں کے درمیان فرق کے لیے میزان اور وجہ شرف وکرامت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ١٣)

''تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہو۔''

اس کے حسن انجام کی وجہ سے مرتے دم تک تقویٰ پر کاربند رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٠٢)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق، اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں۔''

اور خود رسول اللہ ﷺ کا یہ عالم تھا کہ جب بھی خطبہ دیتے تو تقویٰ والی آیت سے شروع فرماتے۔ اور اکثر اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کا سوال کیا کرتے تھے۔ آپ کی دعاؤں میں سے ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالعَفَافَ وَالْغِنٰى .))

[مسلم کتاب الاستغفار]

''اے اللہ! میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور تونگری کا سوال کرتا ہوں۔''

یہی چیز قرآن کے نزول اور رحمتِ دوعالم ﷺ کی دعوت کا مقصد ہے کہ لوگ کسی طرح توحید پر آجائیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۸۷)
''اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔''

غرض کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ بہت بڑی حکمت اور عظیم ترین نعمت ہے، اور ہر بھلائی کی دعوت کا سبب اور فہم ودانست کا دروازہ ہے۔ شاعر کہتا ہے:

كيف الرحيل بلا زاد إلى وطن ما ينفع المرء فيه غير تقواه
ومن لم يكن زاده التقوى فليس له يوم القيامة عذر عند مولاه

''کیسے بغیر زادِ سفر کے اس وطن کی جانب کوچ کیا جا رہا ہے جہاں تقویٰ کے بغیر کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔ اور جس کے پاس تقویٰ کا زادِ سفر نہ ہو اس انسان کا کل اپنے رب کے ہاں کوئی عذر کام نہیں آئے گا۔''

❀❀❀❀

تقویٰ کے مراتب

شاعر کہتا ہے:

یــریـد الــمــرء أن یـعـطـى مناه ويـأبـى اللـه إلا مـا أرادا
يـقـول الـمـرء فـائـدتـي ومالي وتقوىٰ الله أفضل ما استفادا

''انسان کہتا ہے کہ اسے اس کی خواہشات مل جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے علاوہ ہر چیز کا انکار کرتے ہیں، انسان کہتا ہے کہ میرا فائدہ اور میرا مال۔ اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ سب سے بہتر چیز ہے جس کا وہ استفادہ کر رہا ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقویٰ کے تین مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ دل اور اعضا کو گناہوں اور حرام کاموں سے بچایا جائے۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ ان کو مکروہ چیزوں سے بچایا جائے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ ان کو فضول اور لایعنی چیزوں سے بچایا جائے۔

پہلا مرتبہ انسان کو زندگی بخشتا ہے، دوسرا مرتبہ صحت اور قوت دیتا ہے۔ اور تیسرا مرتبہ سرور خوشی اور تروتازگی بخشتا ہے۔''

ساری کی ساری اطاعات تقویٰ حاصل کرنے کے اسباب میں سے ہیں، اور تمام نافرمانیاں تقویٰ کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ آنے والی سطور میں تقویٰ پانے کے کچھ طریقے اور فوائد کا انتخاب کیا گیا ہے تا کہ مومن فائدہ حاصل کر سکے۔ وہ آیات جن میں تقویٰ کا حکم اور رغبت کا ذکر ہے۔

❀❀❀❀

تقویٰ پر ابھارنے والے اسباب

ا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

(الحجرات : ۳)

''بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کا امتحان اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تقویٰ کے لیے، اور ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔''

یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زندگی میں اور موت کے بعد شامل ہے۔ آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس آواز نہ بلند کرنا آپ ﷺ کی سنت کے احترام میں ہے۔ آپ ﷺ کے طریقے کو اختیار کرنا ہے۔ آپ ﷺ کی راہ چھوڑ کر مختلف آراء اور افکار اور اذہان پر چلنے سے گریز ہے۔

۲۔ شریعت میں سنجیدگی اور پختگی اختیار کرنا:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

(البقرہ : ٦٣)

''جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو، اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

۳۔نماز:

ارشادالٰہی ہے:

﴿ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقاً نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ (طه: ۱۳۲)

”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو، ہم تم سے روزی کے طلب گار نہیں بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں اور (نیک) انجام (اہلِ) تقویٰ کا ہے۔“

۴۔شعائر اسلام کا قائم کرنا، اور مکارم اخلاق کا اختیار کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَ الْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾

(البقرہ: ۱۷۷)

”اور اللہ تعالی کی محبت میں مال خرچ کیا قریبی رشتہ داروں پر، یتیموں پر، اور مسکینوں پر،اور راہ گیر مسافر پر،اور گردن آزاد کرانے پر،اور نماز قائم کی،اور زکوٰۃ ادا کی،اور اپنے وعدوں کو وفا کرنے والے جب وہ وعدہ کریں ،اور صبر کرنے والے بھوک اور تنگی میں ، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا، اور یہی لوگ متقی ہیں۔“

۵۔روزہ رکھنا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقره : ۱۸۳)

''اے ایمان والے لوگو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔''

٦۔عدل قائم کرنا:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ (المائده : ۸)

''عدل کرو، عدل کرنا تقویٰ کے قریب تر ہے۔''

۷۔معاف کر دینا:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ (البقره : ۲۳۷)

''اور یہ کہ تم معاف کر دو، معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''

۸۔سچ بات کہنا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً﴾

(الاحزاب : ۷۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔''

۹۔سچائی کا ساتھ دینا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (التوبه : ۱۱۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔''

۱۰۔وعدہ پورا کرنا:

اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

(آل عمران : ۷٦)

''ہاں جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور (اللہ سے) ڈرے تو اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

۱۱۔ زکوٰۃ و صدقات ادا کرنا:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف: ۱۵٦)

''جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے، میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔''

۱۲۔ صدقہ و خیرات:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ﴾ (التوبہ: ٤٤)

''جو لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اجازت نہیں مانگتے (کہ پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور اللہ ڈرنے والوں سے واقف ہے۔''

تقویٰ کے ثمرات

اللہ تعالیٰ نے متقی بندوں کو بہت سی بشارتیں دی ہیں اور تقویٰ کے بہت سارے عظیم الشان فوائد بتائے ہیں، ان میں سے :

۱۔ اللہ جل شانہ کے ہاں عزت و تکریم:

تقویٰ کی برکات کی بدولت انسان اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہو جاتا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات : ۱۳)

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمہیں قبائل اور خاندان اس لیے بنایا ہے تاکہ تم پہچان حاصل کرسکو، تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور باخبر ہیں۔''

۲۔ رب کریم کی دوستی اور محبت کا حصول:

اللہ سے دوستی اور اس کی محبت کے حصول کا ایک سبب صحیح معنوں میں تقویٰ اختیار کرنا ہے، فرمایا:

﴿إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الانفال : ۳٤)

''اُس کے متولی تو صرف پرہیز گار ہیں لیکن اُن میں اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

۳۔ آخرت میں امن، غم سے نجات:

تقویٰ سے جہاں دنیا میں امن وامان؛ آسائشیں اطمینان قلب نصیب ہوتے ہیں تو وہیں آخرت میں امن، غم سے نجات اور بشارتوں کے حصول کا ذریعہ ہے، فرمایا:

﴿ اَلاَ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ o لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لاَ تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o ﴾

(يونس: ٦٢-٦٤)

''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

۴۔ ہدایت پر استقامت، گمراہی سے نجات اور عرفانِ توحید:

اللہ تعالیٰ نے راہِ ہدایت پر استقامت، گمراہی سے نجات، بصیرت اور عرفان توحید کے لیے اہل تقویٰ کو خاص کر دیا ہے، فرمایا:

﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقره: ٢)

''یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں ہے؛ یہ ہدایت ہے متقین کے لیے۔''

۵۔ دنیا و آخرت میں بہترین انجام سے سرفرازی:

متقین کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں بہترین انجام سے سرفراز کرتے ہیں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلاَةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لاَ نَسْأَلُكَ رِزْقاً نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ (طه: ١٣٢)

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر صبر کریں، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، ہم آپ کو رزق دیں گے، اور آخرت کی بہتری متقین کے

لیے ہے۔''

٦۔ اللہ کریم کی نصرت و تائید کی بشارت:

اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت، تائید اور معیت کی بشارت کے حصول کا ذریعہ تقویٰ ہے، اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوں، وہ کبھی بھی ناکام و نامراد نہیں ہوتا، بلکہ اسے ہر قسم کی سعادت میسر آتی ہے، اور جو تقویٰ چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے اعراض فرما لیتے ہیں؛ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل : ١٢٨)

''بے شک اللہ تعالیٰ متقین اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

٧۔ اللہ تعالیٰ کی معیت اور ساتھ:

﴿وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الانفال : ١٩)

''اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور اللہ تو مومنوں کے ساتھ ہے۔''

٨۔ اللہ کی محبت:

متقین کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی، ولایت اور محبت کا اعلان کر رکھا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتے ہیں تو ملائکہ اور باقی مخلوق بھی اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ اور یہ نعمت صرف تقویٰ کی بدولت ملتی ہے۔ فرمایا:

﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

(آل عمران : ٧٦)

''ہاں جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور (اللہ سے) ڈرے تو اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ .))

[مسلم كتاب الزهد۔ ح ١١]

''بے شک اللہ تعالیٰ ایسے بندوں سے محبت کرتے ہیں جو متقی ،غنی اور خفی ہو۔''

(یعنی عبادت میں منہمک ہواور ریا کار نہ ہو)

۹۔فرقان کی بخشش:

فرقان سے مراد حق اور باطل کے درمیان، خیر اور شر کے درمیان، نفع اور نقصان کے درمیان اور نیکی اور بدی کے درمیان فرق سمجھنے اوراس کے مطابق عمل پیرا ہونے کی سمجھ اور توفیق ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾(الانفال : ٢٩)

''اے ایمان والے لوگو!اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے ، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے(تقوی کو) ایک فرقان (دلیل) دیں گے ،اور تم سے تمہاری برائیاں مٹادیں گے اورتمہارے گناہ معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والے ہیں۔''

اس فرقان سے مراد گمراہی سے نکلنے کا راستہ ،نجات ، اس کی طرف سے نصرت اور اعانت ،اوردل کی ہدایت اورثابت قدمی ہے۔

۱۰۔نور کی بخشش:

نور سے مراد وہ قلبی نور وبصیرت اور صلاحیت ہے جس سے خیراورشر کی راہیں واضح ہوتی ہیں، اورانسان کے لیے منزل کا انتخاب اورحصول آسان ہوجاتا ہے، اور یہی نور ہے جو کہ آخرت میں پل صراط پار کرنے کے لیے کام آئے گا؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

رَّحِيمٌ﴾ (الحديد : ٢٨)

''اے ایمان والے لوگو! اللہ سے ڈرو، اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا (اجر) دیں گے ، اور تمہارے لیے ایسا نور بنا دیں گے جس میں تم چل سکو اور تمہارے گناہ معاف کر دیں گے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والے مہربان ہیں۔''

۱۱۔ دشمن سے حفاظت:

اللہ تعالیٰ تقویٰ کو متقین کے لیے ظاہری و باطنی دشمن کی چالوں کے سامنے ڈھال بنا دیتے ہیں، اور انہیں جن وانس کے ہر قسم کے شر اور برائی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾ (آل عمران : ١٢٠)

''اور اگر تم تکلیفوں کو برداشت اور تقویٰ اپناؤ گے تو اُن کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اُس پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

۱۲۔ گناہ معاف کرنے اور اجر بڑھانے کی بشارت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا﴾ (الطلاق : ٥)

''جو کوئی اللہ سے ڈرے گا ، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیں گے، اور اس کا اجر بڑھا دیں گے۔''

۱۳۔ مغفرت کی بشارت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (النساء : ١٢٩)

''اگر تم اصلاح کے کام کرو، اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔''

۱۴۔ ہر کام میں آسانی اور سہولت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴾ (الطلاق : ٤)

"جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی پیدا کردیں گے۔"

۱۵۔ مصائب اور پریشانیوں سے نجات:

تقویٰ مصائب اور پریشانیوں سے نجات کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا﴾ (الطلاق : ٢)

"جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی راہیں پیدا کردیں گے۔"

۱۶۔ رزق میں فراوانی:

تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے وسعت رزق کے اسباب میں سے ایک بنایا ہے، کیوں کہ جب متقی اللہ کی رضا کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے، اور اللہ اس پر راضی ہوجاتے ہیں تو اس انسان پر اپنے فضل وکرم کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجاً ٥ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ٥ ﴾ (الطلاق : ٢۔٣)

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نجات کی راہیں پیدا کردے گا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم وگمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اللہ اپنے کام کو پورا کردیتا ہے اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

اس رزق میں بابرکت حلال کمائی، نیک اور خوش اخلاق بیوی، صالح اور دین دار اولاد؛

خوش خلق پڑوسی ، اچھے اور کام آنے والے دوست اور وہ تمام امور شامل ہیں جن سے خیر اور بھلائی کی توقع کی جاتی ہو۔

۱۷۔ بگڑی بننا:

کاموں کا سدھرنا، مرادیں پوری ہونا ،اور نصرت و کامیابی سے ہم کنار ہونا بھی تقویٰ کے ثمرات میں سے ہے، فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً ﴾ (الاحزاب : ۷۰۔۷۱)

''مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا۔''

۱۸۔ بہترین لباس:

تقویٰ کو ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر ومنزلت کی وجہ سے بہترین لباس قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿يَبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِيْ سَوْءَاتِكُمْ وَرِيْشاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾

(الأعراف : ٢٦)

''اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے، یہ اللہ کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں۔''

۱۹۔ خاص رحمت:

تقویٰ ان لوگوں کی صفات میں سے ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحمت خاصہ مقرر

کر رکھی ہے۔ فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف: ۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے، میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔''

۲۰۔ اعمال کا قبول ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ (المائدہ: ۲۷)

''بے شک اللہ تعالیٰ متقین سے ہی نیک عمل قبول فرماتے ہیں۔''

۲۱۔ علم کا نور:

تقویٰ علم کے نور، معرفت ہدایت اور بصیرت وفراست کے حصول کے لیے بہترین مددگار ہے، فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

(البقرہ: ۲۸۲)

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تمہیں علم عطا کریں گے، اور اللہ ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔''

۲۲۔ اہل خانہ اور اولاد کی سلامتی:

تقویٰ اپنے لیے اور اولاد کے لیے حفاظت اور خیر وعافیت کا بہترین ساز وسامان ہے، فرمایا:

﴿وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ (النساء: ۹)

''اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو (ایسی حالت میں ہوں کہ) اپنے بعد ننھے منے

بچے چھوڑ جائیں اور اُن کو اُن کی نسبت خوف ہو؛ پس چاہئے کہ یہ لوگ اللہ سے ڈریں اور سیدھی سیدھی بات کہیں۔"

۲۳۔ خیر و برکت:

تقویٰ آبادیوں میں خیر و برکت اور وسعتِ رزق کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ (الاعراف: ۹۶)

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے۔"

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾ (الحج: ۳۸)

"اللہ تو مومنوں سے اُن کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔"

۲۵۔ اللہ تعالیٰ کی ولایت، دوستی اور اس کی حمایت:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾

(البقرہ: ۲۵۷)

"جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کا دوست اللہ تعالیٰ ہے کہ اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔"

۲۶۔ ملائکہ کی ہمراہی اور ثابت قدمی:

﴿اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلَآئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾

(الانفال: ۱۲)

"اور جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ

ہوں، سو اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو۔''

۲۷۔عزت اور سر بلندی اور کامیابی کا حصول:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (المنافقون : ۸)

''اور عزت اللہ کے لیے ہے، اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے۔''

۲۸۔دنیا اور آخرت میں سر بلندی اور کامیابی:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ (المجادله : ۱۱)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔''

۲۹۔ملائکہ اور مخلوق میں اللہ کی جانب سے خاص قسم کی محبت کا حصول:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴾

(مریم : ۹۶)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ ان کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا۔''

۳۰۔دنیا اور آخرت میں امن اور خوف سے نجات:

﴿ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

(الانعام : ۴۸)

''جو شخص ایمان لائے اور نیکوکار ہو جائے تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ اندوہ ناک ہوں گے۔''

۳۱۔قرآن سے شفا اور تسلی کا حصول:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو روحانی اور جسمانی امراض کے لیے شفا بنایا ہے۔ روحانی امراض کی شفا ہونے کا تو کسی کو انکار نہیں ہے اور جسمانی شفا ہونے پر بھی کئی دلائل اور شواہد

موجود ہیں۔ان میں سے ایک قصہ وہ بھی ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک قوم کے قبیلے پر سورۂ فاتحہ سے دم کرکے بکریاں لی تھیں، پھر رسول نے فرمایا تھا: تمہیں کیا معلوم تھا کہ اس سے دم بھی کیا جاتا ہے؟ اللہ قرآن کے شفا ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ﴾ (فصلت : ٤٤)

''کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (یعنی بہرا پن) ہے۔''

۳۲۔تقویٰ ہی عزیمت ہے:

تقویٰ کے مقام ومنزلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے عزیمت والے کاموں میں سے قرار دیا ہے۔فرمایا:

﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (آل عمران : ١٨٦)

''تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔''

۳۳۔کامیابی اور نجات:

تقویٰ نجات اور کامیابی کے اہم اسباب میں سے ہے،فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (البقرہ: ١٨٩)

''اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ نجات پاؤ۔''

۳۴۔تقویٰ کی بنا پر دوستی کو دوام:

تقویٰ کی بنیاد پر قائم دوستی ہی اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے، اور اسے دنیا اور آخرت میں بقا اور دوام نصیب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ (الزخرف: ٦٧)

'' آج کے دن دوست ایک دوسرے سے منہ موڑ کر چلے جائیں گے سوائے متقین کے۔

۳۵۔ زادِ راہ:

تقویٰ خصوصاً آخرت کے سفر کے لیے بہترین زادِ راہ اور کامیابی کی کنجی ہے۔ جس کا ادراک واحساس اہلِ عقل و دانش ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾

(البقرہ: ۱۹۷)

''اور زادِ راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زادِ راہ پرہیز گاری ہے اور اے اہلِ عقل مجھ سے ڈرتے رہو۔''

۳۶۔ محشر کے خوف سے نجات:

جو انسان اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ اس دنیا میں اپنے دل میں رکھتا ہے؛ ایسے ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر دو خوف (اس دنیا میں اور آخرت میں) جمع کر دیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

(یونس: ٦٢-٦٤)

''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔ اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

۳۷۔ جہنم کے عذاب سے نجات:

انسان کی عبادت و ریاضت، اطاعت وفرماں برداری کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے تاکہ وہ اس کے انعامات پائے اور سزا سے بچ جائے۔ سزا سے یہ نجات اللہ تعالیٰ کے فضل اور پھر تقویٰ کی بدولت ممکن ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى﴾ (الليل : ١٧)

''اور اس سے متقی لوگوں کو بچا لیا جائے گا۔''

اور فرمایا:

﴿وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾ (مريم : ٧١-٧٢)

''اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اُسے اُس (جہنم) پر گزرنا ہو گا۔ یہ تمہارے رب پر لازم اور مقرر ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

۳۸۔ جنت کی کامیابی:

اللہ تعالیٰ متقین کو اس طرح عزت واکرام کے ساتھ جنت میں داخل کریں گے کہ فرشتے ان کا استقبال کریں، اور انہیں جنت میں داخلے ہونے سے پہلے وہاں کی دائمی نعمتوں کی خوش خبری سنائیں گے، اور انہیں عزت کے ساتھ لے کر جنت میں جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ (الزمر : ٧٣، ٧٤)

''اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام تم بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا

وارث بنا دیا ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں رہیں تو (اچھے) عمل کرنے والوں کا بدلا بھی کیسا خوب ہے۔''

۳۹۔ جنت میں خصوصی انعام واکرام اور مہمان نوازی:

جنت کے سو سے زیادہ درجے ہیں، اور ہر انسان کو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کے مطابق درجہ ملے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ﴾ (الذاریات: ۱۵)

''بے شک متقی لوگ جنت میں اور چشموں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کے رب نے انہیں عطا فرمایا ہے، اسے لے رہے ہوں گے؛ بے شک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرنے والے تھے۔''

۴۰۔ آخرت میں امن:

محشر اور آخرت کی سختیاں بہت ہی سخت ہوں گی، مگر اللہ تعالیٰ متقین کو امن عطا فرمائیں گے، اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ، وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ، لِّمَنِ اتَّقٰى قف وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾ (النساء: ۷۷)

''(اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیز گار کے لیے (نجاتِ) آخرت ہے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

❀❀❀❀

نیک اعمال کے اثرات

نور ایمان اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت اور اس پر استقامت ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

(المائدہ : ١٦)

''اللہ تعالیٰ اس (قرآن) کے سبب سلامتی کی راہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں اس کو جو اس کی رضامندی کی تلاش میں ہوں ، اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر ہدایت اور روشنی کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔''

ا۔ کئی امراض سے نجات:

نفسیاتی امراض اور اعصابی دباؤ و تناؤ؛ غم و پریشانی ، خوف ، بے چینی ، نا امیدی ، اور دیگر مشکلات سے نجات مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾

(فصلت : ٣٠)

''بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے ، اور پھر وہ اس پر ڈٹ گئے ، ان پر ملائکہ نازل ہوں گے ہیں ، نہ ہی تم گھبراؤ اور نہ غم کھاؤ ، اور تمہیں اس جنت کی خوش خبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔''

۲۔ ایمان کا بڑھ جانا:

نیک اعمال کرنے سے ایمان بڑھتا ہے ، اور برے اعمال کرنے سے ایمان کم ہوتا

ہے۔پس واجب ہے کہ نیک اعمال کو با قاعدگی کے ساتھ ادا کیا جائے ، اور نافرمانی کے کاموں سے بچا جائے کیوں کہ ایسا کرنے سے ایمان بڑھتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ (الانفال : ۲)

”بے شک مومن وہ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں، اور جب اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“

۳۔دنیا میں اطمینان قلب اور آخرت میں اچھا انجام:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ o اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ طُوبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ (الرعد : ۲۸)

”آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے خوشحالی ہے، اور اچھا ٹھکانہ ہے۔“

۴۔ہر کام کی بخوبی تکمیل:

بغیر مشقت اور تنگی کے رزق کی وسعت اور فراوانی ، اللہ کی جانب سے مشکلات سے نجات، اور ہر کام کی بخوبی تکمیل: ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجاً o وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾

(الطلاق : ۲،۳)

”جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر جگہ سے راہ پیدا فرمادیں

گے، اور اس کو وہاں سے روزی دیں گے جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو،اور جو کوئی اللہ پر توکل کرے گا وہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا؛ بے شک اللہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے؛اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کا ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

۵۔ ہلاکت خیز اُمور سے نجات:

زلزلوں، طوفانوں، آندھیوں، سیلابوں، دوسرے حادثات اور ہلاکت خیز امور سے نجات مل جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ امور عام طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور عذاب ہیں؛ یا پھر آزمائش اور امتحان ہیں؛ جس کی علت اس کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور ہر دو صورتوں میں ان میں بہت سارے دروس اور عبرتیں ہیں اور عاقل کے لیے تنبیہ اور بیداری کے سامان ان میں پنہاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ إِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌا ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ (هود: ١٠٢)

''اور ایسے ہی تیرے رب کی پکڑ ہے جب پکڑتا ہے بستیوں کو، اور وہ ظلم کر رہے ہوتے ہیں، بے شک اس کی پکڑ بہت دردناک شدت کی ہے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے، یہ وہ دن ہے جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے؛ اور وہ دن ہے جب سبھی حاضر کیے جائیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ﴾ (هود: ١١٧)

''اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں کہ کسی بستی کو زبردستی ہلاک کر دے اور وہاں کے رہنے والے نیک ہوں۔''

۶۔ خاتمہ کے وقت ایمان کا نصیب ہونا:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراهيم: ٢٧)

''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدمی عطا کرتے ہیں، اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔''

لا إله الا الله کی تاثیر موت کے وقت: مرتے دم اس کلمہ کی گناہوں کے معاف اور ختم ہونے میں بہت ہی عظیم الشان تاثیر ہے کیوں کہ یہ گواہی ایک ایسے مومن انسان سے صادر ہو رہی ہے جس کی خواہشات مرچکی ہیں۔ اور اس کا سرکش اور باغی نفس تمام تر بغاوت اور نافرمانی کے بعد نرم پڑ چکا ہے۔ اور اب مدتوں کی روگردانی کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے۔ اور اب اپنے رب کے سامنے ذلیل ورسوا ہو کر اس کی رحمت مغفرت اور معافی کا محتاج بن کر پیش ہے۔ اور اب اس نے خالص توحید کا اقرار کیا ہے، اور ہر قسم کے شرک سے خالی ہو گیا ہے، اب اس کا ظاہر اور باطن دونوں برابر ہیں۔ اور اب اس نے پورے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا اقرار اس حالت میں کیا ہے کہ دنیا اور اہل دنیا کی محبت اس کے دل سے نکل چکی ہے۔ اور اس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہے۔ اس کا دل آخرت کے تصور اور اس کے خوف سے بھر گیا ہے، اور آخرت ہی اس کی آنکھوں کے سامنے ہے، اور دنیا اس کی پیٹھ پیچھے چلی گئی ہے۔ دنیا سے خاتمہ کے موقع پر اس شہادت نے اسے گناہوں سے پاک کر دیا ہے۔ اب جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو یہ مخلصانہ شہادت اس کے ساتھ ہوگی۔ اور ایسی مخلصانہ شہادت کہ اگر عام زندگی میں ایسی شہادت دیتا تو لوگوں سے خوف کھا کر صرف اللہ کی طرف ہی بھاگ کھڑا ہوتا۔ اور اپنی تمام تر محبت اور چاہت کا منبع ومصدر ومرجع تمام دنیا کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنالیتا۔ مگر عام زندگی میں جب وہ یہ شہادت دیتا ہے تو اس کا دل دنیا اور زندگی اور اس کے اسباب کی محبت سے بھرا

ہوتا ہے۔فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾

(مريم : ٩٦)

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ ان کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا۔“

نیک اعمال کی حفاظت کریں

جس طرح نیک اعمال کرنے سے برے اعمال کے اثرات کو اللہ تعالیٰ ختم کر دیتے ہیں، اور ان پر عقاب نہیں ہوتا، ایسے ہی بعض برے اعمال ایسے ہیں جن کے کرنے سے نیک اعمال کے اثرات اور ان کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ ایسے میں انسان کی صرف امیدیں اور خود پسندی وخوش فہمی ہی باقی رہ جاتی ہے۔ انسان کے لیے عمل کرنے سے بڑھ کر اہم ضروری ان اعمال کی حفاظت ہے جو اللہ کی اطاعت میں اس نے کیے ہیں۔ اعمال کا یہ ضیاع انسان کے اپنے ہی دوسرے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾

(البقرہ: ١٤٣)

"اور اللہ تعالیٰ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمانوں کو ضائع کر دیں، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بڑے ہی مہربان ہیں۔"

انسان کو چاہیے کہ نیک اعمال بجا لانے کے بعد ان امور سے بچ کر رہے جن کے کرنے سے ان اعمال کا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے، اور انسان کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ایسے میں یہ عمل دنیا میں بھی انسان کے لیے مشقت اور آخرت میں بھی بوجھ بن جاتے ہیں۔ ان نیک اعمال کو ضائع کرنے والے امور میں:

۱۔ **اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک**: شرک ایک ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے تمام کے تمام اعمال اکارت، اور محنت ضائع ہو جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ مشرک کے ذمہ سے بری ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء کو بھی اسی چیز کی نصیحت کی تھی۔ اپنے محبوب پیغمبر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ﴾ (الزمر : ٦٥)

’’تحقیق وحی کی گئی آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے تھے۔ اگر آپ بھی شرک کریں گے تو آپ کے تمام اعمال ضائع کر دیے جائیں گے اور ضرور گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔‘‘

ایک حدیث قدسی میں ہے:

((أَنَا أَغْنِی الشُّرَكَاءَ عَنْ شِرْكٍ ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِیْهِ مَعِي غَیْرِیْ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ .)) [مسلم]

’’میں مشرکین کے شرک سے بری ہوں، جس نے ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، میں اس عامل اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔‘‘

۲۔ **کفر**: فرمان الٰہی ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَزْنًا﴾ (الکهف : ١٠٥)

’’یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا، اور اس کی ملاقات کے منکر ہوئے، پس ان کے اعمال ضائع کر دیے گئے، قیامت والے دن ہم ان کا ذرا بھر بھی وزن نہیں کریں گے۔‘‘

۳۔ **نبی کریم ﷺ کی بات سے آگے بڑھنا ، اور اپنی رائے یا فیصلہ کو ترجیح دینا** ، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (الحجرات : ٢)

’’ اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح

آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو؛ ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔"

۴۔ **خود پسندی:** خود پسندی یہ ہے کہ انسان کوئی عمل کرے، اور پھر خود ہی اسے بہت اچھا سمجھے، اور اس پر گھمنڈ کرے، اور اس کے کمی وکوتاہی کے پہلو کو نظر انداز کر دے۔ اپنی کثرت عبادت اور نیک اعمال پر انسان کو غرور اور گھمنڈ نہیں ہونا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو یہ حرکت ناپسند آئے اور اس کی سارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ بلکہ نیک اعمال بجالانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا جائے جس نے یہ توفیق دی، اور پھر اس سے قبولیت کی دعا کی جائے؛ کیوں کہ وہ تو بے نیاز ہے ہی مگر ہمارے اعمال بھی اس قابل نہیں ہوتے کہ قبول کرلیے جائیں، ان میں ہزاروں کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ (المدثر: ٦-٧)

"اور اس بات کا احسان نہ جتلائیں کہ آپ بہت زیادہ خیر کے کام کرتے ہیں، بلکہ اپنے رب کے لیے صبر کریں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَنْ يُّدْخِلَ أَحَداً الْجَنَّةَ عَمَلُهُ .)) [متفق علیه]

"کسی انسان کو اس کے اعمال جنت میں داخل نہیں کریں گے۔"

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نجات دو چیزوں میں ہے: ایک اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقوی، اور دوسرا اخلاص نیت۔"

اور ہلاکت دو چیزوں میں ہے: "ناامیدی اور خود پسندی (تعجب: بھلا لگنا)۔"

خود پسندی کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ: "ایک اپنے نفس سے خود پسند آدمی جارہا تھا، اور تکبر کے ساتھ اپنے سر کو ادھر ادھر حرکت دیتا اور متکبرانہ چال چلتا، اللہ تعالیٰ نے

ناگہاں اسے زمین میں دھنسا دیا، اور وہ قیامت تک ایسے دھنستا ہی چلا جائے گا۔''

[بخاری باب من جر ثوبہ من الخیلاء]

ان دونوں کو یکجا اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ سعادت اور کامیابی طلب صادق اور جدوجہد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ناامید انسان کسی چیز کا طلب گار نہیں ہوتا اور خود پسند انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے؛ وہ اس کے لیے کوشش نہیں کرتا۔ اور جان لیجیے کہ خود پسندی سے تکبر پیدا ہوتا ہے کیوں کہ یہ اس کے منجملہ اسباب میں سے ہے۔ اور اس تکبر کی وجہ سے مخلوق کے ساتھ بہت ساری برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اور اس خود پسندی اور تعجب اور تکبر کی وجہ سے اس کا خالق کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اس کام کے کرنے سے احسان کر رہا ہے۔ اور اس کام کی توفیق دینے کی نعمت کو سرے سے بھلا دیتا ہے۔ اور ان آفات کو بھلا دیتا ہے جن کی وجہ سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

تعجب اسی وقت ہوتا ہے جب علم یا عمل میں کمال ہو۔ خود پسندی اپنے اس کام کو جو اس نے کیا ہے، بہت بڑا اور زیادہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ **تکبر** : نیک اعمال کی شامت اور ان کو تباہ کرنے والے جملہ امور میں سے ایک تکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ تکبر انسانی کی بدبختی اور محرومی کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ﴾ (الاعراف: ۱٤٦)

''اور میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو زمین میں تکبر کرتے ہیں جس کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا؛ اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ بھی لیں تب بھی ایمان نہ لائیں، اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے راستہ بنا لیں یہ اس لیے کہ انہوں نے

ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غفلت کرتے رہے۔"

اور فرمایا:

﴿فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾ (النحل: ٢٣)

"جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل اِنکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو، جسے وہ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں، خوب جانتے ہیں ؛ اور وہ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْكِبْرِ.))[مسلم]

"وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔"

اور فرمایا:

((يُحْشَرُ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ صُوْرَةِ الذَّرِّ، يَطَئُوْهُمُ النَّاسُ لِهَوَانِهِمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.))

[ترمذی برقم ٢٤٩٢]

"قیامت والے دن سخت گیر اور متکبر لوگوں کو چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیا جائے گا، اور ان کے اللہ کے ہاں ذلیل ہونے کی وجہ سے لوگ انہیں پاؤں کے نیچے روندیں گے۔"

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جس انسان کو شہوت نفس کا گناہ لاحق ہو، اس کے لیے توبہ کی امید ہے۔

کیوں کہ آدم علیہ السلام سے جب خواہش کی وجہ سے خطا ہوگئی تو انہوں نے توبہ کی ، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ اور جس انسان میں تکبر کا مرض اور گناہ ہو ، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت سے ڈرتا ہوں کیوں کہ ابلیس نے تکبر کی وجہ سے گناہ کیا ، اور اس پر لعنت کی گئی۔"

تکبر جنت کے سامنے ایک پردہ ہے کیوں کہ تکبر انسان اور اس کے مومنانہ اخلاق کے درمیان حائل رہتا ہے۔ کیوں کہ متکبر کبھی اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہیں کرسکتا جو وہ اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔ اور وہ تواضع اختیار کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی وہ حسد ، حقد ، اور غضب کو ترک کرسکتا ہے۔ اور نہ ہی غصہ پی سکتا ہے ، اور نہ ہی اس میں نصیحت قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ الغرض کہ کوئی بھی ایسا برا اخلاق نہیں ہے جو اس کے اندر موجود نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ .)) [مسلم ١٤٧]

"تکبر حق بات کو رد کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔"

یہ بات جان لیجیے کہ تکبر کی آفت کے تین درجے ہیں:

۱۔ یہ کہ تکبر کسی انسان کے دل میں جگہ پکڑ چکا ہو ، اور وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہو۔

مگر ایسا انسان کوشش کر کے تواضع اختیار کرتا ہے۔ اس آدمی کے دل میں تکبر کی شجر کاری ہوئی ہے ، مگر اس نے اسے بڑھنے سے روکنے کے لیے اس کی شاخ تراشی کر دی ہے۔

۲۔ وہ اپنے افعال سے تکبر کا اظہار کرے۔ جیسے مجالس میں اپنے آپ کو اونچا کرنا۔ اور اپنے ہم عمروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اور جو کوئی اس کے حق میں کوتاہی کرے ، اس کو برا جاننا۔ سو کسی عالم کو دیکھو گے کہ وہ لوگوں سے نالاں اور منہ موڑے ہوئے ہے۔ اور عبادت گزار زندگی تو گزارتا ہے ، مگر اس کا چہرہ ان کے لیے پراگندہ ہوتا

ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ ادب سے غافل اور جاہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الشعراء: ۲۱۵)

''اور اپنے بازو اپنی اتباع کرنے والے مومنین کے لیے بچھا دیجیے۔''

۳۔ یہ کہ وہ زبان سے تکبر کا اظہار کرتا ہو جیسا کہ مختلف قسم کے دعوے اور فخریہ کلمات؛ اور اپنے آپ کا تزکیہ بیان کرنا، اور خود کو بڑا ہی پاک صاف بیان کرنا۔ اور اپنے مختلف حالات کی حکایتیں لوگوں کے سامنے بیان کرنا؛ اور ایسے اپنے نسب پر تکبر کرنا۔ اور مال اور قوت پر؛ اپنے پیروکاروں کے زیادہ ہونے پر اور اپنے حسن و جمال پر تکبر کرنا۔

متکبرین کی خصلتیں:

۱۔ متکبر کی خصلتوں میں سے یہ ہے کہ وہ کبھی بھی اکیلا نہیں چلتا، اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی اس کے پیچھے ضرور ہوتے ہیں۔

۲۔ متکبر لوگوں کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے کبھی کسی کی ملاقات کے لیے نہیں جاتا۔

۳۔ وہ اس بات میں عار محسوس کرتا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ برابر میں بیٹھے یا چلے۔

۴۔ وہ گھر میں اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہیں کرتا عار محسوس کرتا ہے، جو کہ سیرت رسول اللہ ﷺ کے بالکل خلاف ہے۔

۵۔ وہ بازار سے گھر جانے کے لیے اپنا سامان خود نہیں اٹھاتا۔[منہاج ۲۷۰]

تکبر کا علاج:

بے شک تکبر ہلاکت خیز گناہوں میں سے ہے۔ اور اس کا علاج کرنا فرض عین ہے۔

اور اس کے علاج کے دو مقام ہیں:

ا:......اس بیماری کو بنیاد سے ہی ختم کر دینا، اور اس کے درخت کو کاٹ کر رکھ دینا چاہیے۔ اور یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب انسان اپنے آپ کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہو۔ اور جب انسان اپنے نفس کو صحیح معنوں میں پہچان لیتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ وہ ہر ایک چیز

سے بڑھ کر ذلیل ہے۔

جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کر کے تم پر احسان کیا ہے۔ سو پھر کسی کام کرنے والے کا اپنے کام پر خود پسندی اور تعجب کا اظہار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی کسی عالم کے اپنے علم اور کسی صاحب صورت کے اپنے حسن و جمال پر، اور کسی صاحب مال کی اپنے اموال پر نازاں ہونے کی کوئی وجہ نظر آتی ہے۔ کیوں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اور انسان ان نعمتوں کے لیے محض ایک ظرف یا برتن کی طرح ہے۔ اور پھر اس انسان کو ان نعمتوں کے لیے اختیار کیا جانا اور عامل کو اس کے عمل کی توفیق اور قدرت دینا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک دوسری نعمت ہے۔ کیوں کہ اس عامل کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مشیت سے ہے۔ اور اس کے لیے اتنا غور وفکر کرنا ہی کافی ہے کہ عدم سے وہ کیسے وجود میں آیا۔ پھر اس کے لیے نطفہ کے کیسے پیشاب والے راستہ سے اخراج ہوا؛ پھر وہ کیسے خون کا ایک لوتھڑا رہا؛ اور اب اگر اس اللہ کے فضل وکرم سے انسان بن گیا ہے تو اس میں اس کا ذاتی کونسا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴾ (الدھر : ۱، ۲)

”کیا انسان پر ایک ایسا دور نہیں گزرا جب وہ کوئی قابل تذکرہ چیز ہی نہیں تھا۔ ہم نے اسے اچھلتے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا اور اسے سنتا اور دیکھتا بنا دیا۔“

انسان کی اپنے رب سے معرفت کے لیے کافی ہے کہ وہ اس کی قدرت کی نشانیوں، اور رنگ برنگ عجائبات میں غور وفکر کرے۔ تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور معرفت واضح ہو جائے گی۔ یہی تکبر کا بنیادی اور اصلی علاج ہے۔ اور اسی سے اللہ تعالیٰ اور اس کے کاموں اور اس کے بندوں کے سامنے تواضع اختیار کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورۂ عبس میں بھی اشارہ کیا ہے، فرمایا:

﴿مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ○ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ﴾

(عبس: ۱۸، ۱۹)

''اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے، اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔''

یعنی پھر وہ مٹی بن جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اسی مٹی سے ہی دوبارہ زندہ کریں گے۔
حقیقت میں انسان کا اپنی پیدائش میں غور وفکر ہی تکبر کا اصلی اور بنیادی علاج ہے۔ اور فرمایا:

﴿اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ (الاسراء: ۱۴)

''اپنی کتاب کو خود ہی پڑھ لے، آج تو تُو خود ہی حساب لینے کے لیے کافی ہے۔''

☆ حسن وجمال کی وجہ سے تکبر کا مرض لاحق ہوا ہو؛ تو اسے چاہیے کہ اپنے باطن کو عقلاء کی نظر سے دیکھے۔ جانوروں کی طرح صرف اپنے ظاہر کو نہ دیکھے۔

☆ کسی کو اپنی قوت اور طاقت کی وجہ سے تکبر ہو تو اسے چاہیے کہ اس بات پر چند لمحات کے لیے غور وفکر کرے کہ اگر اس کے دانت میں معمولی سی چیز اٹک جائے، جسے اس نے اپنی مرضی سے منہ میں ڈالا تھا، تو اس کے سامنے انسان عاجز ہو جاتا ہے، اور اس کی تمام تر توانائیاں جواب دے دیتی ہیں، اور وہ واویلا کرنے لگتا ہے۔

☆ کسی کو اپنے علم پر تکبر ہو تو اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم ہونے والی حجت جہلاء کی نسبت اس پر بڑھ کر ہے۔ اور کہ اس خطرہ پر بھی غور وفکر کرے جو اس کے سینہ میں پوشیدہ ہے۔ کیوں کہ یہ کسی بھی دوسرے سے بڑھ کر خطرناک مرحلہ میں ہے۔ جیسا کہ اس کی شان دوسرے لوگوں سے بلند ہے۔

☆ اس علاج کا دوسرا مقام یہ ہے کہ: جس کو اپنے حسب ونسب پر فخر ہو؛ جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے۔ یہ دوسروں کے کمال سے اپنی عزت میں اضافہ کرنا ہے۔ اور یہ سوچ کہ کوئی انسان اپنے شرف کی وجہ سے نجات پالے گا، یہ بھی ایک مرض ہے۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ جب وہ اپنے آباء اجداد کی راہ سے

ہٹ کر چل رہا ہے، اور اس کا گمان یہ ہے کہ وہ ان سے مل کر رہے گا یہ محض جہالت اور خام خیالی ہے۔ اگرچہ وہ بعض معاملات میں ان کی پیروی ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ کیوں کہ خود پسندی، تکبر، اور اپنے اعمال پر تعجب ان آباء کے اعمال اور عادات میں سے نہیں تھا۔ بلکہ ان کو یہ شرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت گزاری کی وجہ سے ملا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات: ۱۳)

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمھیں قبائل اور خاندان اس لیے بنایا ہے تاکہ تم پہچان حاصل کر سکو، تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ! اِعْمَلِيْ ، لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .)) [متفق عليه]

"اے فاطمہ بنت محمد! عمل کرو، کل میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ بھی کام نہ آؤں گا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيْرٌ لَّه رُغَاءٌ ، فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَغِثْنِيْ؛ فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ .)) [متفق عليه]

"تم میں سے کسی کو میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کو آئے اور اس کی گردن پر اونٹ

کی آواز (یعنی اس کا حق ہو) اور وہ کہے کہ یا رسول اللہ ! مجھے بچا لیجیے ؛ اور میں کہوں میں تمہارے لیے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا، میں نے تمہیں بتا دیا تھا۔"

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے گناہوں میں لت پت انسان جو شفاعت کی امید پر گناہ کیے جا رہا ہے۔ اور اس مریض جیسی ہے جو کسی ماہر حکیم کے نسخے پر اعتماد کر کے شہوات کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور وہ یہ بات بھول گیا ہے کہ حکیم کی دوا بعض بیماریوں میں کام آسکتی ہے، تمام بیماریوں میں نہیں۔ (دیکھئے: منهاج المسلم ص ۲۷۶)

اور جسے مال و دولت کی بنا پر تکبر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہودیوں پر غور و فکر کرے، وہ اس سے کہیں زیادہ مالدار ہیں مگر اللہ کے ہاں ان لوگوں کی کوئی عزت نہیں۔ اور پھر یہ کہ اگر چور پل بھر میں یہ مال چرا لے تو ایسا متکبر انسان ذلیل و خوار ہو کر رہ جائے۔

یہ بات جان لینے کے قابل ہے کہ ہر چیز کے تین زاویے ہوتے ہیں۔ اطراف اور وسط اور وہ چیز جو زیادہ کی طرف میلان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اسے تکبر کہتے ہیں۔ اور جو کمی و نقصان کی طرف میلان سے پیدا ہوتی ہے اسے ذلت اور کمی اور خسیس کہتے ہیں۔ اور جو چیز درمیانی اور متوسط ہو اسے تواضع کہتے ہیں۔ اور یہ تواضع ہی محمود اور قابل تعریف ہے۔ اور کاموں میں سب سے بہتر متوسط کام ہیں۔ جو اپنے معاصرین سے بازی لے جانے کی کوشش کرے وہ تکبر کا شکار ہے۔ اور جو کوئی ان سے پیچھے رہے وہ متواضع ہے اور جب کسی کی قدر میں کمی کرے تو یہ ذلت اور رسوائی ہے۔

❁❁❁❁

ہدیہ تشکر

﴿وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾

''اور بے شک اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کا قدر دان اور جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ (الاعراف: ۱۴۴)

''جو کچھ میں نے آپ کو دیا ہے، اسے لیجیے اور شکر گزار لوگوں میں سے ہو جائیے۔''

سب سے پہلے اور سب سے آخر میں حمد و تعریف اور شکر اللہ تعالیٰ کے لیے ہی سزاوار ہے، جو نیک اعمال کی توفیق بخشنے، انہیں پورا کرنے اور قبول کرنے والا ہے۔

میں اپنے والدین، اپنے تمام تر اساتذہ کا، خواہ ان کا تعلق مدرسہ اور سکول کی زندگی سے یا کالج اور یونیورسٹی کی زندگی سے ہے، تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری تربیت میں کسی طرح بھی حصہ لیا۔

میں مکتب تعاونی برائے دعوت و ارشاد خبر کے مدیر جناب صالح التویجری؛ مدیر قسم الجالیات جناب برادر محترم ابو سعود عبدالعزیز باعاصم، اور برادرم سالم باشیغوان کا بھی شکر گزار ہوں جن کی خصوصی دلچسپی سے ان سطور کے تمام مراحل خوش اسلوبی سے طے ہوئے۔

میں اپنے جناب محترم رضا امین عطیہ (مدینہ منورہ) کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے دعوت الی اللہ کے لیے فراغت کا موقع دیا۔

بہت ہی ضروری سمجھتا ہوں کہ مراجعہ کرنے والے فاضل علماء برادر محترم جناب عبدالہادی عبد الخالق مدنی صاحب جالیات احساء اور جناب حافظ قاری محمد شعیب مدنی صاحب جالیات جبیل کا بھی شکریہ اس دعا کے ساتھ ادا کیا جائے کہ اللہ اس محنت پر دارین

میں نیک بدلہ دے۔

محترم برادران اسلام! یہ مختصر سا رسالہ جو توبہ اور تقویٰ کے بارے میں ہے، اس میں، میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں کوشش کی ہے کہ غیر ضروری طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے کام کی بات لکھ دی جائے۔ جو میرے بھائی اس کتاب کو پڑھ لیں وہ آگے کسی دوسرے بھائی کو تحفہ پیش کر دیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی اسے ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔

جو بھائی اس کتاب کو چھاپ کر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہوں ان سے گزارش ہے کہ وہ ''الفرقان ٹرسٹ'' سے رابطہ کر کے اس کی تقسیم کا طریقہ اور معلومات حاصل کریں۔ یہ کتاب دیگر لوگوں کو صرف اس شرط کے ساتھ شائع کر کے دی جائے گی اس پر ''فی سبیل اللہ تقسیم کے لیے۔'' لکھا ہو۔

جو میرے بھائی اس کتاب میں کوئی کمی محسوس کریں وہ بھی اپنے مفید مشوروں سے ادارہ کو آگاہ کر سکتے ہیں۔

❀❀❀❀

انتظار کیجیے

شفیق الرحمٰن کی دیگر کتب کا جو عنقریب آپ کے ہاتھ میں ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

محاسن اسلام

ارکان اسلام وایمان اور معاملات واخلاقیات کے محاسن کا بیان۔

محسن اعظم ﷺ

سیرت وحقوق ؛ شاتم رسول کا شرعی حکم ؛ شاتم رسول سے بائیکاٹ کا حکم

نصرت رسول ﷺ

رسول اللہ کے گستاخان اور ان کے ساتھ معاملات کا شرعی حکم

ہمت واستقامت

اپنی ہمت کو بڑھایئے، اور استقامت سے کامرانی کی جانب گامزن رہیے؛
ایک نفسیاتی علاج پر مشتمل کتاب

گل ہائے رنگا رنگ

عقیدہ واخلاق اور اعمال پر مشتمل کتاب

لفظ لفظ خوشبو

اخلاقیات اور اقوال زریں

وقار سلامت

اسلامی پردہ کے احکام اور مغرب کی غلط فہمیوں کا ازالہ

کلید جنت اور اسباب مغفرت

جنت میں داخل ہونے اور گناہوں کی بخشش کے اسباب

تبسم شب غم

غموں اور پریشانیوں سے نجات کے حصول کے لیے ایک منفرد کتاب

AL-FURQAN TRUST